إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ — عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۱۵۱

خطبہ نمبر

روزنامہ

الفضل

ایڈیٹر:- غلام نبی

قیمت فی پرچہ ایک آنہ

The DAILY ALFAZL QADIAN.

قیمت ششماہی اندرون ہند ۴عہ

قیمت ششماہی بیرون ہند ۹ للعہ

جلد ۲۳ | مورخہ ۱۵ر شعبان ۱۳۵۴ھ | یوم چہارشنبہ | مطابق ۱۳ر نومبر ۱۹۳۵ء | نمبر ۱۱۵

مسٹر کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف عدالت عالیہ لاہور کے سخت ریمارکس

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق نکتہ چینی کو سخت قابلِ اعتراض قرار دیکر حذف کر دیا گیا

سشن جج نے غیر مناسب زبان استعمال کی۔ فیصلہ میں غیر متعلق باتیں داخل کر دیں

واقعات صحیح طور پر بیان نہیں کئے۔ قادیان میں قانون شکنی اور قتل و غارت کے الزام لگانا بہت بڑی جسارت ہے

لاہور ۱۱ر نومبر۔ مسٹر جسٹس کولڈسٹریم نے آج مسٹر کھوسلہ سشن جج گورداسپور کے اس فیصلہ کے متعلق جو اس نے مولوی عطاء اللہ صاحب کے مقدمہ میں کیا تھا۔ اپنا فیصلہ سنا دیا۔ فاضل جج نے فیصلہ کے متعلق بحیثیت مجموعی اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ فیصلہ ایسی زبان میں نہیں لکھا گیا جسے موزوں اور مناسب کہا جا سکے نیز اس رائے کا بھی اظہار کیا۔ کہ بعض ایسی باتیں فیصلہ میں آگئی ہیں۔ جو ہرگز فیصلہ کا حصہ نہیں ہونی چاہیئے تھیں۔ فاضل جج نے اس بات پر زور دیا۔ کہ فرقہ وارانہ مقدمات کے فیصلوں میں زبان خاص طور پر محتاط ہونی چاہیئے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ مذہبی منافرت جس کے رفع کرنے کے لئے مقدمہ رجوع کیا گیا۔ ایسے فیصلے سے اور زیادہ بڑھے۔ فاضل جج نے کہا۔ چونکہ حکومت کی طرف سے ہائیکورٹ میں نظر ثانی کی درخواست سزا کے بڑھانے کی غرض سے نہیں کی گئی۔ اس لئے میرے لئے ممکن نہیں کہ

میں شہادتوں کی تفصیلات میں جا کر واقعات پر تبصرہ کروں میرے اختیارات اس مقدمہ میں دفعہ ۵۶۱ کی تنگ حدود ہی میں محدود ہیں۔

اس دفعہ کے ماتحت قانونی بحث کرتے ہوئے فاضل جج نے یہ رائے ظاہر کی۔ کہ وہی جملے قلمزن ہو سکتے ہیں۔ جن کا اثر جج کی تجویز کردہ سزا پر نہ پڑے۔ لیکن ساتھ ہی اس امر کو محسوس کیا کہ انصاف کا تقاضا ہے کہ ایسے جملوں کے متعلق جو کہ اس دفعہ کے ماتحت حذف نہیں کئے جا سکتے۔ اپنی رائے ظاہر کر دی جائے۔

فاضل جج نے سب سے پہلے گورنمنٹ کی درخواست کے متعلق رائے کا اظہار کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا کہ گورنمنٹ کے متعلق سشن جج کی نکتہ چینی بے محل اور غیر ضروری ہے۔ اگرچہ یہ جملے حذف نہیں کئے جا سکتے۔ کیونکہ اگر ایسا کیا جائے تو اس کا سزا پر اثر پڑے گا۔

جماعت احمدیہ کی درخواست کے متعلق فاضل جج نے اس رائے کا اظہار کیا۔ کہ اگرچہ اس میں درج شدہ پہلے تین جملے قلمزن تو نہیں کئے جا سکتے۔ لیکن جج ان خیالات کو بہتر طرز پر ادا کر سکتا تھا۔ فاضل جج نے جماعت احمدیہ کے متعلق نوزائیدہ فرقہ کے الفاظ کو دلآزار اور غیر ضروری قرار دیا۔ فاضل جج کی رائے میں سشن جج نے فیصلہ میں واقعات کو صحیح طور پر بیان نہیں کیا شہادت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کسی غیر احمدی کو نظام جماعت احمدیہ کی فرمانبرداری پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ صرف احمدیوں ہی پر قانون کے اندر رہ کر اخلاقی دباؤ حسب ضرورت ڈالا جاتا ہے۔ فاضل جج نے مستاجب کے متعلق بھی اظہار رائے کیا۔ عبدالکریم کے واقعات کے متعلق فاضل جج نے اس رائے کا اظہار کیا۔ کہ اس کی اپنی کرتوتیں ہی اس کی مشکلات کا باعث بنیں۔ فاضل جج نے فیصلے میں یہ بھی کہا۔ لفظ encompassed "قتل کی" ہیر کی "کو حذف کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے ایسے شخص کی عزت پر حملہ ہوتا ہے۔ جسے اپنی بریت ثابت کرنے کا موقعہ نہیں دیا گیا۔

شہادت پر بحث کرتے ہوئے فاضل جج نے کہا۔ کہ مرزا صاحب (حضرت امیر المومنین) نے قاتل کے عمل قتل کی ہرگز تعریف نہیں کی۔ اگرچہ انہوں نے قاتل کے اس فعل کو بہ نظر استحسان دیکھا۔ کہ اس نے جان کو خطرہ میں ڈالکر بھی سچ کو نہیں چھوڑا۔ قادیان میں قانون شکنی۔ اور قتل و غارت کے الزام کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ شہادت سے جو نتیجہ سشن جج نے اخذ کیا ہے۔ وہ بہت بڑی جسارت ہے۔ اور بالکل ممکن ہے۔ کہ اگر اس کی بجائے کوئی اور جج ہوتا۔ تو وہ اور نتیجہ نکالتا۔ لیکن اس جملے کو برقرار رہنے دیا۔

فاضل جج نے بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سشن جج کی نکتہ چینی کو سخت قابل اعتراض ٹھیرایا۔ اور حکم دیا۔ کہ اس حصہ کو فیصلہ سے حذف کر دیا جائے۔ "ٹامنگ وائن" وغیرہ کے ذکر کو بھی فاضل جج نے حذف کرنے کا حکم دیا۔

اسی طرح جہاں جہاں سشن جج نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق عام مسلمانوں کے خلاف دشنام دہی کا الزام لگایا ہے۔ ایسے سب جملوں کو حذف کر دیا۔

احرار کی شرارت اور دھوکہ دہی

۲۳ نومبر کو قادیان میں کوئی مباہلہ نہیں ہو گا

جیسا کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے اشتہار مورخہ ۷ نومبر ۱۹۳۵ء میں بدلائل واضح کیا گیا ہے۔ احرار مباہلہ کے نام کو ایک آڑ بنا کر قادیان میں اپنے مسنوعہ جلسہ کا انعقاد کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لئے پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ کہ قادیان میں ۲۳ نومبر کو مباہلہ ہو گا۔ حالانکہ ابھی تک مباہلہ کی شرائط اور تاریخ وغیرہ کے متعلق احرار نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اور نہ وہ کسی تصفیہ کے لئے تیار معلوم ہوتے ہیں۔ اور چونکہ ہماری پیشکردہ شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے۔ کہ شرائط کے تصفیہ کے کم از کم پندرہ دن بعد مباہلہ ہو گا۔ اس لئے بہر حال ۲۳ نومبر کی تاریخ غلط ہے۔ کیونکہ آج ۱۱ نومبر ہو چکی ہے۔ اور ابھی تک کوئی تصفیہ نہیں ہوا۔ اس لئے بہر حال ۲۳ نومبر کو کوئی مباہلہ نہیں ہو گا۔ لیکن اگر باوجود اس کے احرار مباہلہ کی آڑ میں ۲۳ نومبر کو قادیان میں ہجوم کر کے آنا چاہیں۔ تو سوائے اس کے کہ کسی مزید اشتعال کے ذریعہ مرکز کی طرف سے روک دیا جائے۔ اس دن احمدی احباب کو بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں قادیان پہنچ جانا چاہیئے۔ لیکن اگر احرار نہ آئیں۔ تو چونکہ ۲۳ نومبر کو کوئی مباہلہ نہیں ہو گا۔ اس لئے اس طرح آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ناظر امور عامہ قادیان

احرار کانفرنس سیالکوٹ کی ناکامی

(الفضل کا خاص تار)

سیالکوٹ ۱۱ نومبر۔ سیالکوٹ میں احرار کی پولیٹیکل کانفرنس کا جلوس سخت ناکام رہا۔ تین سو والنٹیر سیالکوٹ سے اور صرف ۸۰ کے قریب باہر سے شامل ہوئے۔ جلوس میں شامل ہونے والوں کی کل تعداد بچوں سمیت نو سو کے قریب تھی۔ کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے باہر سے بہت کم لوگ آئے۔ گذشتہ شب ٹکٹوں کی رُو سے کانفرنس میں شامل ہونے والوں کی تعداد مستورات سمیت ۸۲۵ تھی۔ مستورات کی تعداد ۲۰۰ خیال کی جاتی ہے جلوس کی تمام شان و شوکت سکھوں کا بینڈ تھا۔ جو آگے آگے بجتا جا رہا تھا۔

مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کے خلاف عدالت عالیہ کا مفصل فیصلہ

سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے متعلق آنریبل جسٹس کولڈسٹریم نے جو فیصلہ دیا ہے اس کا خلاصہ اس پرچہ میں درج ہے۔ مفصل فیصلہ انشاء اللہ العزیز بہت جلد شائع کیا جائے گا۔ چونکہ احرار نے سشن جج کے فیصلہ کو لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا اس لئے اسکے بد اثر کو زائل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ احباب جماعت ہر اس شخص تک الفضل کا یہ پرچہ پہنچائیں۔ جس نے سشن جج کا فیصلہ پڑھا یا سنا۔ اور جس قدر تعداد میں اس پرچہ کی ضرورت ہو۔ اس سے بواپسی ڈاک دفتر الفضل کو مطلع فرمائیں۔ کیونکہ یہ پرچہ اسی قدر تعداد میں شائع کیا جائیگا۔ جس قدر درخواستیں موصول ہو چکی ہونگی۔ دیر سے آنیوالی درخواستوں کی تعمیل نہیں ہو سکے گی۔ ش

مینیجر

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں ایک ہندو کا اخلاص نامہ

قبولیت دعا کا نشان

شبو سنگھ صاحب موضع شہزاد پور ضلع میرٹھ سے لکھتے ہیں حضور سے میں نے ایک کام کے سلسلہ میں چند مرتبہ دعا فرمانے کے لئے التجا کی تھی۔ حضور کی دعا سے اس میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی۔ میں اس کے لئے حضور کا بہت شکرگزار ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی حضور مجھ پر اسی طرح مہربان رہیں مجھ یہ سمجھنے کے لئے کہ ایشور کیسا داتا اور دیالو ہے۔ میں اسکو ایک نشان سمجھتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۱۵ ر شعبان ۱۳۵۴ھ

خطبہ جمعہ

احرار کے فتنہ و فساد کے انسداد کے لحاظ تمام احمدیوں کو قادیان آنے کیلئے تیار رہنا چاہیئے

جماعت احمدیہ کے سامنے تین اہم سوال

کیا حکومت نے ہماری شکایات (۱) دور کر دیں؟ کیا احرار کی شاید بقیہ (۲) زبانیں کٹ گئیں اور آئندہ گندی گالیاں دینے سے باز آ گئے؟ کیا جس مقصد کو لیکر ہم کھڑے ہوئے ہیں (۳) وہ پورا ہو گیا؟

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۸ نومبر ۱۹۳۵ء

تشہد و تعوذ کے بعد سورۃ توبہ رکوع ۶ کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَكُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَـكُمُ انْفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَى الۡاَرۡضِ‌ؕ اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ‌ۚ فَمَا مَتَاعُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیۡلٌ۔ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۙ وَّیَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَكُمۡ وَلَا تَضُرُّوۡهُ شَیۡــًٔا‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ اِذۡ هُمَا فِی الۡغَارِ اِذۡ یَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا‌ۚ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِیۡنَتَهٗ عَلَیۡهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوا السُّفۡلٰى‌ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الۡعُلۡیَا‌ؕ وَاللّٰهُ عَزِیۡزٌ حَكِیۡمٌ۔ اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ‌ؕ ذٰ لِكُمۡ خَیۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ۔ لَوۡ كَانَ عَرَضًا قَرِیۡبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوۡكَ وَلٰـكِنۡۢ بَعُدَتۡ عَلَیۡهِمُ الشُّقَّةُ‌ ؕ وَسَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسۡتَطَعۡنَا لَخَرَجۡنَا مَعَكُمۡ‌ۚ یُهۡلِكُوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ‌ۚ وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ اِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ۔ اس کے بعد فرمایا:۔

پیشتر اس کے کہ میں

آج کے خطبہ کا مضمون

شروع کروں۔ میں اس بات کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ دو تین ماہ کے قریب ہوا۔ میں نے نیشنل لیگ کے ارکان کو یہ ہدایت دی تھی۔ کہ وہ اپنے ممبروں کا باقاعدہ نظام قائم کریں انہیں تعداد میں بڑھائیں۔ اور

احمدیہ والنٹیر کور

بنائیں۔ میں نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ جب نیشنل لیگ کے پانچ ہزار ممبر ہو جائیں گے تو انہیں وسیع طور پر کام کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ اس تعداد کو پورا ہوئے اگرچہ ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے مگر انہیں اپنے کام کو ترتیب وار کرنے اور نقشے وغیرہ بنانے میں دیر ہو گئی۔ اب اس ہفتہ میں مجھے اطلاع پہونچی ہے۔ کہ

نیشنل لیگ کے پونے چھ ہزار ممبر

بن چکے ہیں۔ اور ابھی جماعت میں یہ تحریک جاری ہے:۔

اس کے علاوہ

انیس سو سے زیادہ والنٹیرز

بھی ہو چکے ہیں۔ اس لئے میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اب میں نیشنل لیگ کو سلسلہ کے کاموں کے اُن حصوں کے متعلق جو سیاسیات سے تعلق رکھتے ہیں

کام کرنے کی اجازت

دیتا ہوں ؛

نیشنل لیگ نے

پہلا کام

یہ کیا ہے۔ کہ چونکہ احرار نے میری طرف سے مباہلہ کی دعوت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اور یہ دیکھ کر کہ حکومت کی طرف سے تو انہیں قادیان اور اس کے اردگرد آٹھ آٹھ میل تک کانفرنس منعقد کرنے کی اجازت نہیں۔ چاہا ہے کہ اب مباہلہ کے نام سے ہی قادیان میں اپنا اجتماع کریں۔ اور مباہلہ کو ادھر اُدھر کی باتوں میں ٹال کر قادیان میں اپنی کانفرنس منعقد کریں۔ اور اس طرح انہوں نے گورنمنٹ کو اور ہم کو

دھوکہ دینے کی کوشش

کی ہے۔ نیشنل لیگ کی طرف سے تمام جماعتوں کو اطلاع بھجوائی گئی ہے۔ کہ اگر کسی وقت احرار کی طرف سے قادیان میں کانفرنس۔ یا اجتماع ہو۔ تو اس وقت جماعت کے ہر فرد کو چاہیئے۔ کہ وہ سلسلہ کے وقار کے تحفظ۔ اور

شعائر اللہ کی حفاظت

کے لئے قادیان پہونچ جائے۔ میرے نزدیک انہیں یہ بھی چاہیئے۔ کہ وہ اس عرصہ میں اپنے والنٹیروں کو کام کرنے کی ترکیب سکھائیں۔ اور انہیں ایک

نظام کے ماتحت کام کرنے کی عادت

ڈالیں۔ جس عادت کا پیدا کرنا جماعت کے ہر فرد میں نہایت ضروری ہے:۔

احرار کی نیتیں

سلسلہ کے متعلق جو کچھ ہیں۔ وہ تو ظاہر ہی ہیں۔ اُن کا اگر بس چلے۔ تو وہ کبھی بھی شرارت اور فساد سے باز نہ رہیں۔ اس لئے ان کے مقابلہ کے لئے جماعت جتنی بھی تیاری کرے۔ وہ جائز۔ اور درست ہے:۔

گو مومن کو خدا تعالےٰ نے اتنی عظیم الشان طاقت دی ہوتی ہے۔ کہ اگر وہ اس سے صحیح طور پر کام لے۔ تو اس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔ مگر اس کے لئے ضرورت ہوتی ہے تیاری کی۔ اور ضرورت ہوتی ہے

اخلاص اور جاں نثاری

کی۔ ہم تعداد میں بے شک تھوڑے ہیں لیکن اگر ہم مل کر متحدہ طور پر کام کریں۔ اور صحیح ذرائع سے کام لیں۔ تو جو ایمانی قوت خدا تعالےٰ نے ہماری جماعت کو دی ہے۔ وہ اتنی زبردست ہے۔ کہ اس سے وہ بہت بڑی بڑی جماعتوں کا آسانی سے مقابلہ کر سکتی۔ اور ان کے شر سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

مومن ڈرتا نہیں۔ لیکن وہ محتاط ضرور ہوتا ہے۔ اور گو حکومت نے یہ

احرار کو نوٹس

دیا ہوا ہے۔ کہ اسے قادیان اور اس کے اردگرد آٹھ آٹھ میل کے حلقہ میں اجتماع کرنے کی اجازت نہیں۔ مگر چونکہ اب مباہلہ کو احرار نے

اجتماع کا ایک بہانہ

بنا لیا ہے۔ نہ وہ اپنے آدمیوں کی فہرست دیتے ہیں نہ شرائط طے کرتے ہیں نہ ان پر دستخط کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے رویہ سے یہی سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ ان کا مقصد و مدعا یہ ہے۔ کہ وہ قادیان آ جائیں۔ اور شرائط کی آڑ میں مباہلہ ٹال کر اپنی کانفرنس شروع کر دیں۔ ورنہ وجہ کیا ہے۔ کہ جب وہ شرائط سب کی سب ماننے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ تو ان شرائط کو ضبط تحریر میں لا کر ان پر دستخط نہیں کرتے۔ جس بات کو ماننے کی انسان نیت کرے۔ اس کے متعلق

ایک کاغذ پر دستخط

کرنے میں اسے کونسی تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن ان کی حالت یہ ہے۔ کہ ایک طرف تو وہ بار بار اعلان کر رہے ہیں۔ کہ ہم مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ اور دوسری طرف نہ شرائط طے کرتے ہیں نہ دعائے مباہلہ کے الفاظ کی تعیین کرتے ہیں۔ اور نہ دستخط کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہے جاتے ہیں۔ کہ ہم نے شرائط سب مان لی ہیں۔ لطیفہ یہ ہے۔ کہ میں نے مباہلہ کے لئے ایک شرط یہ مقرر کی تھی۔ کہ طرفین کی طرف سے پانچسو یا ہزار آدمی شامل ہوں۔ میری اس دعوت مباہلہ پر انہوں نے جھٹ یہ اعلان کر دیا۔ کہ ہم نے ساری شرطیں مان لی ہیں۔ مگر اب جبکہ میں نے دوبارہ لکھا۔ کہ اس

مبہم جواب

کا کیا مطلب ہے۔ آیا پانچ سو آدمی مباہلہ کے لئے لائے جائیں گے۔ یا ایک ہزار تو اس کے جواب میں مسٹر مظہر علی صاحب لکھتے ہیں۔ پانچسو یا ہزار آدمی لانے کی شرط مرزا صاحب نے اپنی طرف سے مقرر کی ہوئی ہے۔ لیکن جب انہوں نے اس سے پہلے یہ اعلان کیا تھا۔ کہ مجھے سب شرطیں منظور ہیں۔ تو اس وقت بھی تو وہ شرطیں میری طرف سے ہی تھیں۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے تو نہ تھیں۔ پھر جب انہوں نے اس وقت مان لیا تھا۔ کہ

سب شرائط منظور ہیں

تو اب یہ کہنے کا کیا مطلب ہے۔ کہ یہ اپنے پاس سے شرط لگائی گئی ہے۔ ہم اس کے پابند نہیں۔ غرض اپنے متعلق تو اس طرح انکار کر دیا۔ اور میرے متعلق لکھ دیا۔ کہ آپ چاہے پانچسو لائیں یا ہزار ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ غرض اس شرط کو نہ اپنے لئے لیتے دیا۔ نہ ہمارے لئے۔ پھر مانا کیا خاک۔ میری طرف سے تو یہ شرط تھی۔ کہ

پانچ سو یا ہزار آدمی مباہلہ میں شریک ہو

پھر جب ہمارے متعلق یہ کہدیا گیا کہ جتنے آدمی مرضی ہو لائیں۔ چاہے تھوڑے لائیں یا بہت اور اپنے متعلق لکھ دیا کہ یہ شرط خود مرزا صاحب نے لگائی ہے۔ ہم اس کے پابند نہیں۔ تو شرائط ماننے کا مطلب ہی کیا رہا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی غرض مباہلہ کرنا نہیں۔ بلکہ مباہلہ کے بہانہ سے فتنہ و فساد پیدا کرنا ہے۔ ورنہ بھلا شرائط کو تحریر میں لا کر ان پر دستخط کرنے میں کونسا حرج لازم آتا ہے۔ کہ وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اگر شرائط تحریر میں آئی ہوئی ہوں۔ تو انہیں کسی ثالث کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور بتایا جا سکتا ہے۔ کہ کس نے خلاف ورزی کی۔ مگر ان کا تو یہ مقصد ہی نہیں۔ کہ شرائط کی پابندی کرتے ہوئے مباہلہ کریں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ وہ یہاں آئیں۔ اور جب شرائط کا تصفیہ نہ ہونے کی وجہ سے مباہلہ نہ ہو۔ تو پھر شور مچا دیں۔ کہ ہم قادیان گئے۔ مگر ہم سے مباہلہ نہ کیا گیا۔ اور اس طرح اپنے اجتماع سے فائدہ اٹھا کر

قادیان میں کانفرنس

بھی منعقد کر لیں۔ چنانچہ قادیان کے گرد و نواح میں ان کا ایک اشتہار تقسیم ہوتا پکڑا گیا ہے۔ جس میں صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ قادیان میں احرار کانفرنس ہونے والی ہے۔ یہ اشتہار ہم نے حکومت کو بھی بھجوا دیا ہے۔ اور ہمارے پاس بھی اس کی کاپیاں موجود ہیں۔ پس چونکہ احرار کانفرنس کرنا چاہتے ہیں نہ کہ مباہلہ جب تک وہ ہمیں یہ تحریر نہ دیں۔ کہ قادیان میں صرف مباہلہ ہوگا۔ اور

کوئی مجلس ان ایام میں یا پہلے یا بعد

منعقد نہ ہوگی۔ اس وقت تک ہم قادیان میں مباہلہ نہیں کریں گے۔ بلکہ لاہور یا گورداسپور میں کریں گے۔ وہاں جس قدر چاہیں کانفرنسیں ساتھ کر لیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ مگر وہاں بھی انہی شرائط کے ماتحت مباہلہ ہوگا۔ جنہیں میں نے پیش کیا ہے۔ اور جنہیں وہ منظور کر چکے ہیں۔ اگر وہ پانچ سو یا ہزار سے زیادہ آدمی اپنے ساتھ لانا چاہتے ہوں۔ تو بے شک وہ گلیوں میں کھڑے رہیں چھتوں پر بیٹھے رہیں۔ مگر میدان مباہلہ میں نہیں آ سکیں گے ہم اس امر کو نہیں بھلا سکتے۔ کہ گورنمنٹ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ کسی کا یہ حق نہیں۔ کہ وہ ایک دوسری جگہ جا کر

شورش اور فتنہ انگیزی

کرے۔ احرار کو قادیان اور اس کے اردگرد آٹھ آٹھ میل کے حلقہ میں کانفرنس منعقد کرنے سے روکا ہوا ہے۔ اور جب گورنمنٹ نے انہیں روکا ہوا ہے۔ تو ہم اس کے ایک اچھے فعل کو اپنے کسی فعل سے خراب کرنا نہیں چاہتے لیکن جیسا کہ احرار کی عادت ہے۔ وہ یہی کوشش کریں گے۔ کہ مباہلہ کا نام لیتے جائیں۔ اور اس بہانہ سے قادیان آ کر شورش اور فساد کریں۔ اس لئے

نیشنل لیگ نے جو اعلان کیا ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ تمام احمدیوں کو چاہیئے کہ اگر انہیں معلوم ہو کہ قادیان میں احرار کا اس قسم کا کوئی اجتماع یا جلسہ ہونے والا ہے تو وہ اپنے تمام کام کاج چھوڑ کر قادیان پہونچ جائیں۔

گذشتہ سال جب یہاں احرار کانفرنس ہوئی۔ تو گورنمنٹ کے مقامی افسروں نے ہم سے یہ وعدہ لیا۔ کہ ان کے جلسہ میں ہم میں سے کوئی نہیں جائیگا۔ اور اس وعدہ کے مطابق احمدی وہاں نہ گئے۔ لیکن بعد میں جب احرار نے یہ شور مچایا کہ احمدی بھاگ گئے۔ اور مقابل پر نہ آئے۔ اور حکومت کو توجہ دلائی گئی۔ تو وہی حکومت جس نے شہید گنج کے بارہ میں

چودھری افضل حق صاحب پر الزام

لگنے پر فوراً اسکی تردید کی تھی۔ ہم پر جو الزام لگایا گیا۔ اس کی تردید نہ کی۔ بلکہ ایک افسر نے کہا کہ ہم نے تو ہرگز نہیں روکا تھا۔ پس اس دفعہ اگر احرار قادیان میں کانفرنس کرنے میں کامیاب ہوں۔ تو کارکنان سلسلہ کو احمدیہ جماعت کو انکی کانفرنس میں شامل ہونے سے نہیں روکنا چاہیئے۔ اگر افسر خواہش کریں تو ان سے تحریر لے لینی چاہیئے۔ اور اگر احرار جلسہ میں احمدی جماعت کو چیلنج دیں۔ تو اس چیلنج کو ضرور قبول کر لینا چاہیئے۔ اگر احراری چاہیں کہ انکی تقریروں میں کوئی نہ بولے۔ تو وہ چیلنج دینے سے احتراز کریں۔

غرض جب تک حکومت تحریراً نہ روکے۔ اس وقت تک رکنے کی کوئی وجہ نہیں۔ آخر ہمارے جلسوں میں بھی تو سینکڑوں غیر احمدی آتے ہیں ہم ان سے خاطر مدارات سے پیش آتے ہیں۔ اور وہ بھی خوش خلقی سے ہمارے ساتھ ملتے ہیں۔ اسی طرح اگر احرار اچھا نمونہ دکھائیں گے۔ تو ان سے ناراض ہونیکی کوئی وجہ نہ ہوگی۔ لیکن اگر وہ حکومت کا حکم توڑیں۔ اور حکومت ان کو کچھ نہ کہے۔ اور پھر وہ ہماری مقدس ہستیوں کو گالیاں دیں۔ اور ہمیں چیلنج بھی دیں۔ تو اس چیلنج کی موجودگی میں ہمارے آدمیوں کو بولنے کا پورا حق ہوگا۔ بہرحال چونکہ معلوم نہیں۔ کہ

گورنمنٹ کا رویہ

اس بارے میں کیا ہوگا۔ اس لئے ہماری جماعت کے آدمیوں کو یہاں آنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ ہاں اگر گورنمنٹ اپنے اوپر ذمہ داری لے لے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہماری جماعت ہزاروں روپیہ خرچ کر کے آئے۔ اگر ہماری جماعت کے احباب قریب قریب سے پہونچیں۔ تب بھی ہزاروں روپے خرچ آ سکتا ہے۔ اور اگر دور دور سے لوگ آئیں۔ تو

لاکھوں روپیہ تک نوبت

پہنچ سکتی ہے۔ پھر انکی مہمان نوازی اور خاطر و تواضع پر بھی بہت کچھ خرچ ہو جاتا ہے پس اگر گورنمنٹ کی طرف سے اس فتنہ کے انسداد کا کوئی انتظام ہو تو بہتر۔ لیکن اگر اس کی طرف سے کوئی انتظام

تو پھر میں بھی نیشنل لیگ کے اس اعلان کی تصدیق کرتا ہوں کہ اس موقع پر تمام احمدیوں کو چاہئے کہ وہ اپنے کام کا حرج کر کے بھی قادیان پہنچ جائیں۔ لیکن گورنمنٹ اگر

کانفرنس کے روکنے کا اعلان

کر دے اور اپنے فیصلہ کو پورا کرنے کی ذمہ داری لے تو اس صورت میں ہماری جماعت کے افراد کا یہاں آنا فضول ہوگا ہمیں ایسی صورت میں

گورنمنٹ پر اعتماد

کرنا چاہئے۔ اور امید رکھنی چاہئیے کہ وہ ایک ذمہ داری لینے کے بعد ہمیں مزید الجھنوں میں مبتلا نہیں کرے گی۔

اب میں

اصل خطبہ

کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے پچھلے جمعہ میں اس بات کا ذکر کیا تھا کہ گو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے

احرار کی سرزنش کا سامان

کر دیا۔ اور انہیں بہت کچھ پریشانی میں ڈال دیا ہے۔ لیکن ان کا فتنہ ابھی مرا نہیں ایسے فتنے دوبارہ بھی اٹھ سکتے ہیں۔ اسی طرح گورنمنٹ کو بھی ایک سبق مل گیا ہے۔ اور اس نے بھی ان ایام میں دیکھ لیا ہے کہ احرار کی پیٹھ ٹھونکنے سے اس نے کیا حاصل کیا۔ چنانچہ ان ایام میں احرار نے گورنمنٹ کو خوب گالیاں دی ہیں اور جتنا زیادہ اس نے احرار کو اپنے سر چڑھایا تھا۔ اسی قدر جلدی انہوں نے احسان فراموشی کی ہے۔ ادہر احرار کی خاطر گورنمنٹ احمدیوں سے لڑی۔ ادہر شہید گنج کے معاملہ میں جب احرار کے خلاف ایک اخبار میں چند مسلمانوں نے بیان شائع کرایا تو اس کے

پریس کو تنبیہہ

کی گئی۔ اسی طرح کی ایک تنبیہہ ایک اور پریس کو بھی مجلس احرار کے خلاف پوسٹر شائع کرنے کی وجہ سے کی گئی اور خود گورنمنٹ نے ان تمام باتوں کو تسلیم کیا ہے۔ اس کے مقابل پر احرار نے کیا کیا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ان کی عزت جاتی رہی۔ اور ان کا وقار ضائع ہوگیا ہے تو انہوں نے اپنے صدر کو کھڑا کر دیا اور اس کے موتہہ سے گورنمنٹ کو خوب گالیاں دلوائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر گورنمنٹ نے

احرار سے زیادہ شرافت

دکھائی۔ اس نے سمجھا کہ گو احرار نے بے وفائی کی ہے مگر مجھے اتنی جلدی حق دوستی ضائع نہیں کرنا چاہئیے۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ احرار اپنے صدر کی تقریر کے بعد ساری رات جاگتے رہے اور پولیس کا انتظار کرتے رہے۔ پولیس انہیں گرفتار کرنے کے لئے نہ آئی۔ بہرحال گورنمنٹ کو یہ معلوم ہوگیا۔ کہ احمدی جماعت تو اپنے اصول پر قائم رہنے والی ہے۔ لیکن احرار نہیں۔

نہ انکی مخالفت اصول کی بنا پر ہے نہ دوستی

جن چیزوں کی وجہ سے احرار اب ڈر گئے ہیں وہ بھلا چیز ہی کیا ہیں۔ ہم نے اس سے بہت زیادہ خطرات دیکھے اور کانگرس موومنٹ کے مقابلہ کے وقت پھر خلافت کے زمانہ میں پھر بائیکاٹ کی تحریک اور پھر

عدم تعاون کی تحریک کے وقت

ہمارے آدمیوں کو مارا گیا پیٹا گیا سزائیں دی گئیں۔ وطن سے بے وطن کیا گیا۔ غرض سب کچھ کیا گیا۔ مگر ہمارے آدمیوں نے اپنا قدم پیچھے نہ ہٹایا بلکہ اپنے اصول پر قائم رہے لیکن احرار میں کہ

ایک ہی دھمکی سے ان کا خون خشک ہوگیا

انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ ہمارے مخالف ہوگئے ہیں تو کہہ دیا یہ شیطانی حکومت ہے برے افسر ہیں مسلمانوں کا انہیں کوئی خیال نہیں اور اس قسم کی تقریر کر کے پولیس کا انتظار کرنے بیٹھ گئے۔ گویا یہ ایک قسم کا ناٹک تھا جو کھیلا گیا غرض اللہ تعالیٰ نے گورنمنٹ کو بھی سبق دیدیا ہے۔ اور احرار کو بھی سبق دیدیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا جس غرض کے لئے ہماری تشویش تھی وہ پوری ہوگئی۔ تین باتیں ہیں جنہیں ہمیں مدنظر رکھنا چاہئیے۔ اور دیکھنا چاہئیے کہ کیا وہ ہمیں حاصل ہوگئیں۔

اول یہ کہ باوجود ان نئے حالات کے پیدا ہو جانے کے کیا ہماری جماعت کی حقیقی ہمدردیاں ... ہو گئیں

دوسرے یہ کہ کیا ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ اب دوبارہ شورش نہ ہو اور اگر ایک دفعہ سکون ہوا ہے تو

کیا یہ سکون مستقل ہے

یا آئندہ بھی اس فتنہ کے پھوٹنے کا اندیشہ ہے تیسرے یہ کہ کیا جماعت کا مقصد و مدعا پورا ہو گیا یہ تین سوال ہیں جن کا جواب اگر ہمیں اپنی منشا کے مطابق مل جائے تو ہمیں تسلیم کر لینا چاہئے کہ اب ہمیں مقابلہ کے لئے مزید تیاری کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر ان تینوں سوالوں کا جواب نفی میں ہو تو حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے جہاں پچھلے سال ہمارا قدم تھا ہم اس وقت بھی وہیں ٹھہرے ہیں اور اس سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکے

پہلی بات یہ ہے کہ کیا ہماری جماعت کی شکائتیں دور ہوگئیں۔ اس کے دو حصے ہیں ایک حصہ حکومت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور ایک حصہ احرار کے ساتھ۔ حکومت کے ساتھ جس حصہ کا تعلق ہے اس کی میں زیادہ تفصیل نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا تھا کہ بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کو اس بات کا احساس ہوا ہے کہ اس کے

بعض افسروں سے غلطیاں

ہوئیں۔ اس لئے میں اس بات کو طول دینا نہیں چاہتا لیکن اختصار کے ساتھ یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ یہ احساس اس حد تک نہیں کہ ہماری مشکلات اس سے دور ہو سکیں۔ مثال کے طور پر میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ گذشتہ ایام میں جب نیشنل لیگ کا ایک جلسہ یہاں ہوا تو افسران بالا کو یہ جھوٹی رپورٹ کی گئی کہ ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کو اس جلسہ میں حرامزادہ کہا گیا ہے یہ بالکل جھوٹ اور افترا تھا۔ حتیٰ کہ رپورٹ کرنے والے ایک پولیس کے آدمی سے جب ہمارے ایک دوست نے علیحدگی میں دریافت کیا کہ تم خدا کو حاضر ناظر جان کر بتاؤ کہ کیا واقعی ڈپٹی کمشنر کو حرامزادہ کہا گیا تھا تو اس نے کہا کہ نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ پھر آپ لوگوں نے ایسی رپورٹ کیوں کی تو اس نے جواب دیا۔ کہ یہ

سیاسی باتیں

ہیں۔ میں اس کے متعلق کچھ بتا نہیں سکتا۔ گورنمنٹ چونکہ اپنے ماتحتوں پر اعتبار کرتی ہے اور جیسا کہ ... نے بتایا تھا۔ وہ ایک حد تک اس میں معذور بھی ہے۔ کیونکہ بڑے افسروں کو چھوٹے افسروں پر اعتماد کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس لئے اس بات کے ساتھ بعض دوسری باتوں کو ملا کر گورنمنٹ نے

ایک خفیہ سرکلر

جاری کیا جو قریبًا تمام ضلعوں کے ڈپٹی کمشنروں کے نام بھیجا گیا کہ جماعت احمدیہ کی حالت گورنمنٹ کی نگاہ میں مشتبہ ہے اس لئے اس کے افراد کا خیال رکھنا چاہئیے۔ یہ سرکلر تمام ضلعوں کے ڈپٹی کمشنروں یا اکثر اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں کو بھیجا گیا۔ کیونکہ متفرق جگہوں سے اس سرکلر کی تصدیق ہوئی ہے۔ میں نام نہیں لے سکتا۔ لیکن ایک جگہ سے تو اس سرکلر کے الفاظ تک ہمیں معلوم ہو گئے تھے۔ اب اگر گورنمنٹ کے بعض افسروں کے خیال میں تبدیلی بھی ہوگئی ہے تو چونکہ حکومت کی طرف سے ایک سرکلر جاری ہو چکا ہے اس لئے بالعموم افسر اس سرکلر کا خیال رکھیں گے اور ملازمتوں اور ٹھیکوں وغیرہ میں ہماری جماعت کے افراد کے حقوق کو پامال کیا جائیگا۔ چنانچہ بعض جگہ ایسا ہوا بھی کہ بعض احمدی جو اچھے قابل تھے ان کے حقوق کو افسران بالا کی طرف سے نظرانداز کر دیا گیا جو پہلے حالات کے لحاظ سے ناممکن تھا ... جب تک ... تبدیلی

بعض افسروں کے خیالات کی تبدیلی

ہماری جماعت کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے اس سرکلر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب ہماری جماعت کے نوجوان جو لیاقت اور قابلیت کے لحاظ سے ہر طرح اہل ہونگے کسی ملازمت کے لئے پیش ہونگے یا تاجر ٹھیکوں کے لئے جائینگے تو سرکاری افسر اس سرکلر کے اثر سے ان کے حقوق کو نظرانداز کر دیں گے۔ یا اگر کسی جگہ احمدیوں کو کبھی

مخالفین سلسلہ کی طرف سے تکلیف

پہنچی۔ اور وہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس شکایت لے کر گئے تو وہ اپنے دل میں کہے گا کہ یہ لوگ گورنمنٹ کی نظر میں مشتبہ ہیں انہیں اور زیادہ ذلیل ہونے دو

بے شک ہم اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ہمیں دکھ دیا جائے۔ مگر اس سرکلر کی موجودگی میں ہم اس امر کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ کہ

حکومت کے ساتھ ہمارے تعلقات

درست ہو چکے ہیں۔ بعض افسر اس سرکلر کا انکار کرتے ہیں لیکن ہم ان پر یہ نیک ظن کر سکتے ہیں کہ ان کو اس کا علم نہیں۔ لیکن ہم یہ نہیں مان سکتے۔ کہ ایسا کوئی سرکلر تھا ہی نہیں۔ کیونکہ بعض افسروں نے خود اس کا ذکر بعض احمدیوں سے کیا ہے۔ اور اس کے الفاظ تک بتائے ہیں۔ اور یہ علم انگریز افسروں کی زبانی بھی ہمیں حاصل ہوا ہے۔ مجھے اس انکار پر

ایک اور واقعہ

یاد آتا ہے۔ ایک دفعہ اسمبلی میں ایک سوال پیش ہوا۔ وائسرائے نے ایک خط ہوم ممبر کی طرف لکھا تھا۔ یا ہوم ممبر نے کوئی خط وائسرائے کو لکھا تھا۔ مجھے صحیح طور پر یاد نہیں۔ پنڈت مدن موہن مالویہ نے سوال کر دیا کہ کیا ایسی کوئی بات ہوئی ہے۔ اس پر چیف گورنمنٹ کے ایک ذمہ وار افسر نے کہہ دیا۔ کہ یہ بالکل غلط ہے۔ ایسا کوئی خط نہیں لکھا گیا۔ انہوں نے آگے سے اس خط کا مضمون اور تفصیلات سنا دیں۔ تب تو وہ افسر صاحب بہت ہی گھبرائے۔ اور کہنے لگے۔ یہ تو ایک

پرائیویٹ خط

تھا۔ پنڈت مدن موہن مالویہ نے کہا۔ پرائیویٹ تھا یا غیر پرائیویٹ۔ سوال تو یہ تھا۔ کہ کیا ایسا [illegible] سے یقینی طور پر معلوم ہوا ہے۔ کہ ایسا سرکلر حکومت نے جاری کیا۔ بلکہ ایک جگہ پولیس کا ایک ہیڈ کنسٹیبل مجلس شوریٰ کے موقع پر ضلع راولپنڈی کے ایک گاؤں میں گیا۔ اور اس نے وہاں کے احمدیوں سے اقرار لیا۔ کہ وہ مجلس شوریٰ پر بغیر پولیس کو اطلاع کئے نہیں جائیں گے۔ جب انہوں نے اس بات کی ہمیں اطلاع دی۔ اور ہماری طرف سے مقامی کارکنان کو اس کی

تحقیق کی ہدایت

کی گئی۔ تو انہیں پولیس کے افسروں نے جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے۔ کہ حکومت کی طرف سے ایک خفیہ چٹھی آئی تھی۔ کہ اس امر کی نگرانی رکھی جائے۔ مگر پولیس کا ایک چھوٹا افسر اسے سمجھا نہیں۔ اور اس نے بجائے مخفی خیال رکھنے کے جا کر

احمدیوں سے ذکر

کر دیا۔ اب آپ اس پر زیادہ شور نہ کریں کہ ہماری بدنامی ہوتی ہے۔ اب ان تمام امور کے بعد

سرکلر کے انکار کا موقعہ

ہی کیا رہتا ہے۔ یہ تو ویسی ہی بات ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ کوئی ناتجربہ کار چور تھا۔ اس نے کہیں چوری کی۔ جب پولیس والے تفتیش کے لئے آئے تو وہ بھی ساتھ ہو گیا۔ تا اس کی چوری پر پردہ پڑا رہے۔ جب پولیس والے تفتیش کرنے لگے۔ تو یہ انہیں کھوج بتاتا گیا۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ چور پہلے اس طرف سے آیا۔ پھر یوں مکان میں داخل ہوا۔ پولیس والے چونکہ ہوشیار ہوتے ہیں۔ روزانہ کام کرنے کی وجہ سے انہیں تجربہ ہو جاتا ہے۔ وہ سمجھ گئے۔ کہ یہ کھوج نہیں بتا رہا۔ بلکہ چوری کا واقعہ بتا رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے تھپکی دینی شروع کی۔ وہ خوش ہو کر اور زیادہ باتیں بتاتا گیا۔ آخر کہنے لگا۔ دیکھیں مکان کے اندر یہ جو نشان ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چوروں نے اسباب کی پہلے گٹھڑی باندھی۔ پھر یہاں اپنے ایک ساتھی کے سر پر گٹھڑی رکھ دی۔ جب وہ شخص آگے چلا۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ اس کو ٹھوکر لگی۔ اور پھر

گٹھڑی اندر اور میں باہر

[illegible] گورنمنٹ نے مختلف دفاتر سے اور پھر پولیس کی ایک چوکی کے عارضی انچارج سے یہ والی بات نکل جاتی ہے۔ تو اس سرکلر پر پردہ کس طرح پڑ سکتا ہے۔ اور پھر یہ اس ایک ضلع کی بات نہیں۔ بلکہ دو ضلع اور ہیں جہاں سے یقینی طور پر یہ اطلاع پہونچی ہے۔ آخر وجہ تو بتائی جائے۔ کہ لاہور سے کوئی سرکلر جاری نہیں ہوا۔ جھگڑا گورداسپور میں ہے۔ اور

راولپنڈی کا ایک ہیڈ کانسٹیبل

دور دراز کے ایک گاؤں میں جاتا۔ اور احمدیوں سے اقرار لیتا ہے۔ کہ تم مجلس شوریٰ کے موقع پر بغیر پولیس میں اطلاع کرنے کے قادیان نہیں جاؤ گے۔ اور جب پولیس والوں کو پکڑا جاتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ اس معاملہ کو دبا دیں۔ اس ہیڈ کانسٹیبل نے شراب پی ہوئی تھی۔ جس کے نشہ میں اس نے بات کہہ دی۔ ورنہ ہمیں تو

مخفی حکم

تھا۔ غرض ان باتوں کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح مان سکتے ہیں۔ کہ ایسا سرکلر جاری نہیں ہوا۔ جب سرکلر جاری ہے۔ تو پھر جو نقصان اس کی وجہ سے ہماری جماعت کو پہونچے گا۔ اس کا ذمہ وار کون ہوگا۔ یقیناً اگر ہیں

اس کے ازالہ کی فکر

نہ کروں۔ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے میں اس کا ذمہ وار ہوں۔ پس ان حالات میں کس طرح فرض کر سکتا ہوں۔ کہ حکومت کے ساتھ ہمارا معاملہ صاف ہو گیا ہے۔ پس جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے۔ کہ گورنمنٹ نے ہماری جماعت کے خلاف جو سرکلر جاری کیا تھا۔ اُسے اس نے منسوخ کر دیا ہے اور جب تک ان

نقصانات کی تلافی

نہ ہو جائے۔ جو ایسے سرکلر کا لازمی نتیجہ ہیں۔ اس وقت تک کیسے ممکن ہے۔ کہ ہم بعض افسروں کے تبدیل شدہ رویہ سے ہی خوش ہو جائیں۔ اور یقین کر لیں۔ کہ حکومت کا رویہ ہمارے متعلق درست ہو گیا۔ ہم حکومت سے کبھی لڑنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ اور نہ آئندہ حتی المقدور ہونگے۔ بلکہ ہماری مثال اس شخص کی سی ہے۔ جو دریا میں بہتے ہوئے ایک کمبل کو پکڑنے گیا۔ اور جب اس پر ہاتھ ڈالا۔ تو وہ ریچھ تھا۔ جس نے اسے پکڑ لیا۔ جب دیر زیادہ ہو گئی۔ تو لوگوں نے اسے کہا۔ کمبل کو چھوڑ دو۔ اور باہر آؤ۔ وہ کہنے لگا۔ میں تو کمبل کو چھوڑتا ہوں۔ کمبل مجھے نہیں چھوڑتا۔ ہم بھی اس قضیہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم بھی چاہتے ہیں۔ کہ یہ جھگڑا ختم ہو۔ مگر حکومت بھی تو

جھگڑا ختم

کرے۔ یا پھر وہ ثابت کر دے۔ کہ ہم نے کبھی قانون شکنی کی۔ یا بغاوت کی یا جھگڑے میں اس سے ابتدا کی۔ مگر وہ یہ ثابت نہیں کر سکتی۔ اس کے مقابلہ میں یہ حقیقت ہے۔ کہ بغیر اس کے کہ ہماری طرف سے کوئی ابتدا ہوئی ہو حکام ہم سے الجھ گئے۔ پھر اس معاملہ کو لمبا کیا گیا۔ پھر اس میں مبالغہ کیا گیا۔ پھر

غلط رپورٹیں

پہونچائی گئیں۔ پھر ہمارے خلاف سرکلر جاری کیا گیا۔ اور ہمارے خلاف فضاء یہاں تک خراب کی گئی۔ کہ حکومتِ ہند کے ایک افسر نے ہمارے ایک دوست سے کہا۔ کہ پہلے تو میں آپ کی جماعت کا دوست تھا۔ مگر اب حکومتِ پنجاب کے بعض افسروں سے گپ شپ کے دوران میں آپ کی جماعت کی ایسی

عجیب و غریب باتیں

معلوم ہوئی ہیں۔ جن کے ماتحت میں نہیں کہہ سکتا کہ میری دوستی آپ کی جماعت سے آئندہ قائم رہے یا نہ رہے۔ اسی طرح اب تک ان افسروں کو کچھ بھی نہیں کہا گیا۔ جنہوں نے

بلاوجہ جماعت سے دشمنی

کی اور اس کے وقار کو صدمہ پہونچانے کی ناجائز کوشش کی۔ اگر ہم ان کے افعال کے متعلق خاموش ہو جائیں۔ اور اگر حکومت ان کو سرزنش نہ کرے تو کل کو وہی افسر یا دوسرے افسر پھر جماعت کے خلاف ایسی ہی کارروائیاں کر سکتے ہیں۔ ان امور کی تکرار کو صرف

جرم کرنیوالے افسروں کی سزا

ہی روک سکتی ہے۔ جب تک ایسے لوگوں کو سزا نہ دی جائے۔ ہماری جماعت کا مستقبل اس جہت سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ پس باوجود خدا تعالیٰ پر توکل رکھنے کے ہمارا یہ بھی فرض ہے۔ کہ ظاہری حالات کو بھی جہاں تک ہو سکے۔ درست رکھنے کی کوشش کریں۔ تو ہم مجبور ہیں۔ کہ حکومت کے رویہ سے اس وقت تک مطمئن نہ ہوں جب تک عملاً

حالات کی درستی کی طرف قدم

نہ اٹھایا جائے۔ گورنمنٹ کے متعلق میں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ اگر کسی قوم کی

پچاس سالہ خدمات

کی کوئی عزت اس کے دل میں ہے۔ اگر کسی قوم کی پچاس سالہ خدمات کی کوئی وقعت اس کے دل میں ہے۔ تو آج اخلاقی طور پر اسے اپنی کوتاہیوں

کا ازالہ کرنا چاہیئے۔ **اخلاق نہ صرف** افراد کیلئے ضروری ہیں۔ بلکہ حکومت اور اس کے افسروں کے لئے بھی ضروری ہیں۔ اور اسے چاہیئے۔ کہ ان افسروں کو سزا دے جنہوں نے بلاوجہ جماعت احمدیہ کو دکھ دیا۔ اور اس کی تحقیر کی۔ لیکن اگر وہ اس بات کے لئے تیار نہیں۔ تو جماعت احمدیہ کا کوئی فرد اس وقت تک جب تک کہ ایمان کا ایک ذرہ اس کے دل میں موجود ہے۔ ذلت کے ساتھ حکومت کے آگے اپنی گردن نہیں جھکا سکتا۔ اور نہیں جھکائیگا۔

اس کے بعد میں

احرار کا سوال

لیتا ہوں۔ احرار نے جو کچھ کیا۔ اس کے خلاف ہمیں کیا شغف تھا۔ یہی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دیتے اور سلسلہ کی ہتک کرتے تھے۔ ورنہ احرار دوسرے مسلمانوں کی طرح ہی ہیں۔ جن سے ہم ملتے جلتے رہتے ہیں۔ اور اُن سے ہماری کیا عداوت ہو سکتی تھی۔ آخر یہی احرار ہیں۔ جن میں سے ایک لیڈر نے

سرملکام کے زمانہ میں

مجھے کہا۔ کہ ہماری سفارش کر دیں۔ کیونکہ وہ مولوی داؤد غزنوی اور دوسرے ممبروں کو پکڑنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے سرملکام سے ذکر کر دیا۔ اور نہ معلوم میرے کہنے سے یا حکومت کی اپنی مصلحتوں سے یہ لوگ پکڑے نہ گئے۔ تو ہم ہمیشہ ہر ایک کے کام آتے رہے ہیں۔ اور کبھی بھی ہم نے

مسلمانوں سے الجھنے کی کوشش

نہیں کی۔ بلکہ اگر کبھی انہوں نے ہمارے رستہ میں الجھاؤ ڈالا۔ تو ہم نے اسے سلجھانے کی کوشش کی۔ لیکن جب ایک قوم اپنے صحیح راستہ کو ترک کر دیتی اور بلاوجہ اور بغیر کسی قصور کے دوسرے فریق پر حملہ کر دیتی ہے۔ تو پھر

مومن بے غیرت نہیں ہوتا

بلکہ انتہاء درجہ کا غیور اور بہادر ہوتا ہے۔ ہمیں انہوں نے آٹھ کروڑ مسلمانان ہند کی متفقہ مخالفت سے ڈرایا۔ مگر میں کہتا ہوں۔ **تم آٹھ کروڑ نہ سہی۔ اسی کروڑ سہی۔ مگر تم سارے مل کر بھی ایک مومن کی زبان کو بند کرنے اور اس کے کام کو روکنے کی اپنے اندر طاقت نہیں رکھتے۔** اب تو ہم خدا تعالےٰ کے فضل سے بہت زیادہ ہیں جب

سلسلہ کے ابتدائی ایام

تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات مخالفین کے مقابلہ میں اکیلی تھی۔ اس وقت کب ان کی شورش نے ہمیں دبا لیا۔ کب ان کی مخالفت نے ہمیں ڈرا لیا۔ اور کب انکی دھمکیوں نے

ہمارے ارادوں کو پست

کر دیا۔ فساد پر فساد ہوئے اور شورشیں پر شورشیں ہوئیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی کتاب پر کتاب اور اشتہار پر اشتہار لکھتے گئے۔ اور آپ مقابلہ پر مقابلہ کرتے گئے۔ یہاں تک کہ دشمن ذلیل اور حاسد شرمندہ ہو گئے اور کامیابی و کامرانی کا جھنڈا آپکے ہاتھوں میں لہرایا۔ پس مومن بزدل نہیں ہوتا۔ اور نہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہم بزدل ہیں۔ ہمیں تعداد نہیں ڈرا سکتی۔ ہمیں گالیاں نہیں ڈرا سکتیں۔ ہمیں **جبر و تشدد اور قتل و غارت کی دھمکیاں** نہیں ڈرا سکتیں۔ ہمیں اگر کوئی چیز قابو کر سکتی ہے۔ تو وہ صرف اخلاق ہیں۔ مومن دنیا میں کسی چیز سے قید نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اگر چاہو۔ تو تم اسے اخلاق سے قید کر سکتے ہو

اخلاقی حکومت

کی کیا لطیف مثال ہے جس کا حدیثوں میں ذکر آتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب صلح حدیبیہ کے لئے تشریف لے گئے تو مکہ کا ایک رئیس کفار کی طرف سے آپ سے گفتگو کرنے کے لئے آیا۔ وہ مکہ والوں کا اتنا بڑا محسن تھا۔ کہ اس کا دعوےٰ تھا۔ مکہ کا کوئی آدمی ایسا نہیں۔ جس پر میرا کوئی احسان نہ ہو۔ یہ شخص اپنے آپ کو

وادئ مکہ کا باپ

سمجھتا تھا۔ اور یہی شان دکھانے کے لئے اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کو ہاتھ لگایا۔ اور کہا۔ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ یہ لوگ جو تم نے اپنے اردگرد جمع کر لئے ہیں۔ تمہارے کام نہیں آئینگے۔ آخر تمہاری قوم ہی ہے۔ جو تمہارے کام آئے گی۔ پس تم اپنی قوم کی بات مان لو جونہی اس نے **رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک** کو ہاتھ لگایا۔ ایک صحابی نے زور سے اپنی تلوار کا کندہ اس کے ہاتھ پر مارا۔ اور کہا ہاتھ پرے کر۔ کیوں تو اپنا ناپاک ہاتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقدس جسم سے چھوتا ہے۔ اُس نے نظر اٹھائی۔ اور کہا کیا تو وہ شخص نہیں۔ جس کے خاندان پر فلاں موقعہ پر میں نے احسان کیا تھا۔ یہ سخت نازک موقعہ تھا۔ مگر احسان کا لفظ سُن کر اُس

صحابی کی آنکھیں نیچی ہو گئیں

اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ تب اس نے سمجھا۔ کہ اب میں نے میدان صاف کر لیا۔ اور پھر اس نے وہی بات کہکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگایا۔ اس پر پھر ایک صحابی نے بڑے زور سے

تلوار کا کندہ

اس کے ہاتھ پر مارا۔ اور کہا۔ کیوں تو اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقدس جسم سے چھوتا ہے۔ اُس نے نظر اٹھائی۔ مگر دیکھ کر نگاہ نیچی کر لی۔ اور کہا تمہارے خلاف میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ تم پر میرا کوئی احسان نہیں۔ یہ دوسرے شخص

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

تھے۔ تو مومن اگر قید کیا جا سکتا ہے تو احسان سے ایک دفعہ کسی جنگ میں ایک شخص کفار کی طرف سے لڑائی میں شامل ہوا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلایا۔ اور فرمایا۔ دیکھنا لڑائی میں فلاں شخص بھی شامل ہے۔ یہ میرے ساتھ

اچھا سلوک

کیا کرتا تھا۔ اور جب مکہ والے میری مخالفت کرتے اور سخت ایذائیں دیا کرتے تھے۔ تو یہ پوشیدہ طور پر میری مدد کیا کرتا۔ اس کا خیال رکھنا۔ اگرچہ مہاجر اس سے واقف تھے۔ مگر چونکہ انصار واقف نہ تھے۔ اور وہ بھی جنگ میں شامل تھے۔ اس لئے انہیں بتانے کے لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اسی طرح

حنین کی جنگ

جس میں مسلمانوں کو بوجہ اس کے کہ مکہ کے نومسلم بھی اس میں شامل ہو گئے تھے۔ بہت بڑا نقصان پہونچا تھا۔ یہاں تک کہ ایک موقعہ پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک بھی خطرے میں پڑ گئی تھی۔ اور چار ہزار **تجربہ کار تیر اندازوں کے نرغہ میں** رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم آ گئے تھے۔ اور صرف چند صحابہ آپ کے ساتھ رہ گئے تھے۔ ایسی خطرناک جنگ کے ختم ہونے کے بعد جس میں بہت سے مسلمان مارے گئے تھے آخر دشمن قید کر لئے گئے۔ اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیا گیا۔ یہ قید ہونے والے اس قوم میں سے تھے۔ جس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن میں رہے۔ اور جس کی قوم کی ایک عورت کا آپ نے دُودھ پیا تھا۔ کفار نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد **رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن** سے کہا۔ کہ تو جا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہماری سفارش کر۔ اُن میں سے خود کوئی

رحم کی درخواست

کی بھی جرأت نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کو بہت بڑا نقصان پہونچایا تھا جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن آپ کے پاس آئی۔ اور اس نے کہا۔ یا رسول اللہ میں آپ کے پاس ایک کام کے لئے آئی ہوں۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بہن میں تو تیرا
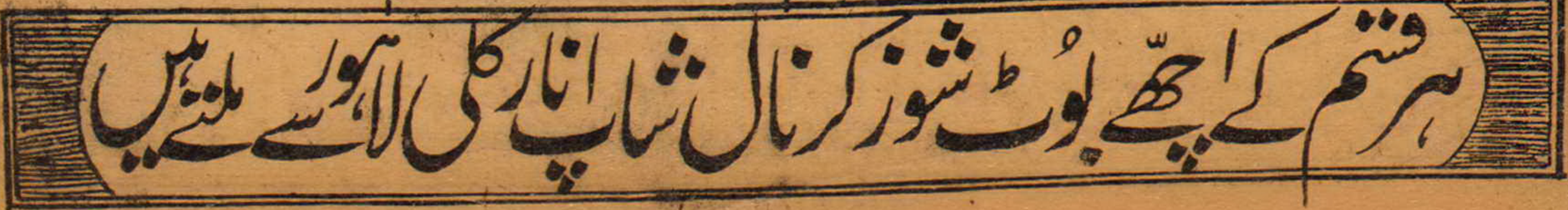
ایک مہینہ تک انتظار

کرتا رہا۔ تا جب تو سفارش کے لئے آئے تو مجھے تیری سفارش رد کرنی نہ پڑے۔ مگر ایک مہینہ کے انتظار کے بعد میں نے غنیمت کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اب صرف یہ ہو سکتا ہے۔ کہ تم لوگ ایک چیز چن لو۔ یا مال یا قیدی۔ اگر مال کہو تو میں مال واپس دلوا دیتا ہوں۔ اور اگر قیدی کہو تو انہیں چھڑوا دیتا ہوں۔ دونوں میں سے جو بھی صورت پسند ہو بتا دو۔ انہوں نے

اپنے قبیلہ سے مشورہ کیا

تو فیصلہ کیا ہمیں مال نہیں چاہیئے۔ قیدی دے دیئے جائیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو بلایا اور فرمایا میں نے اس قوم میں دودھ پیا ہے کیا تم اس تعلق کی وجہ سے ان کے قیدی چھوڑ سکتے ہو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہمیں اس سے زیادہ خوشی اور کس میں ہو سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے سب قیدی رہا کر دیئے۔ تو

مومن کو طاقت اور تعداد ڈرا نہیں سکتی

بلکہ جتنا زیادہ اسے ڈرایا اور دھمکایا جائے اور جتنا زیادہ اس پر دباؤ ڈالا جائے۔ اتنا زیادہ ہی وہ اونچا ہوتا ہے۔ مگر جتنا زیادہ اس کے سامنے جھکو اتنی ہی زیادہ وہ محبت کرتا ہے۔ یہی

شرافت کے اخلاق

ہیں جنہیں انبیاء دنیا میں قائم کیا کرتے ہیں یہی شرافت کے اخلاق ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کی قائم کردہ جماعتوں میں موجود ہوتے ہیں یہی شرافت کے اخلاق ہیں۔ جن سے وہ دنیا میں عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاسکتی ہیں اور یہی شرافت کے اخلاق ہیں کہ اگر ان میں نہ پائے جائیں تو انہیں دوسروں سے کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ پس ہم نے

احرار کے ساتھ

جنگ شروع نہیں کی۔ وہ آپ آئے۔ اور انہوں نے ہم سے لڑائی شروع کر دی۔ اور اس لئے لڑائی شروع کر دی۔ کہ تا انہیں لوگوں سے روپیہ ملے۔ اور ملک میں شہرت حاصل ہو۔ پھر اس ذلیل مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے قادیان آکر ہمیں وہ وہ گالیاں دیں۔ اور سلسلہ کی اتنی

شدید ہتک

کی۔ کہ ایک شریف انسان ان گالیوں کے سننے کی بھی تاب نہیں رکھتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن جن ناپاک الفاظ میں یاد کیا گیا۔ اور جو جو گندی باتیں آپ کی طرف منسوب کی گئیں۔ میں جانتا ہوں کہ انہیں برداشت کرنا ہمارا ہی حوصلہ تھا۔ اگر ہم پر اعتراض کرنے والے مسلمانوں میں سے کسی کے باپ کو ان میں سے ایک گالی بھی دی جاتی۔ تو گالی دینے والا وہاں سے زندہ نہ اٹھتا۔ یہ ہمارا ہی حوصلہ تھا۔ کہ ہم نے ان گالیوں کو سنا۔ مگر اپنا ہاتھ نہ اٹھایا۔ لیکن **اگر ایک طرف مومن کا حوصلہ اتنا زبردست ہوتا ہے۔ کہ وہ گندی سے گندی گالیاں سن کر بھی اپنا ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ تو دوسری طرف اس کی غیرت بھی اتنی زبردست ہوتی ہے کہ وہ مرتے دم تک ان گالیوں کو نہیں بھلاتا۔ اور اس وقت تک وہ انگاروں پر لوٹتا رہتا ہے۔ جب تک ان گالیوں کا شریفانہ اور جائز بدلہ نہیں لے لیتا۔**

پس یہ حوصلہ دکھانا ہمارا ہی حصہ تھا۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا یہ بات پوری ہو گئی۔ کیا وہ گالیاں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئیں۔ دنیا سے مٹ گئیں۔ اور کیا وہ

گندے الفاظ

جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق استعمال کئے گئے۔ آج دہرائے نہیں جاتے۔ اگر آج بھی گندے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور اگر آج بھی وہ گندی گالیاں دنیا میں موجود ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئیں۔ تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم نے اپنا کام ختم کر لیا۔ بے شک مسجد شہید گنج کے موقعہ پر

احرار کو ایک شکست

ہوئی۔ مگر اپنے کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے انہوں نے مسجد شہید گنج کو ہی اپنا آلۂ کار بنایا۔ اور کہنا شروع کر دیا کہ مسجد تین شخصوں نے گرائی ہے۔ جن میں سے ایک وہ میرا نام لیتے ہیں۔ ایک چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب کا۔ اور ایک سر فضل حسین صاحب کا۔ حالانکہ

سر فضل حسین صاحب

اس وقت ایبٹ آباد میں بیمار پڑے ہوئے تھے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ مسلمان لیڈروں میں سے اگر کوئی لیڈر ایسا ہے۔ جس نے انتہائی خیر خواہی کے ساتھ مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ اور جو شخص نہایت نازک اوقات میں نہ لالچ سے دبا۔ اور نہ خوف سے متاثر ہوا اور نہایت جرأت اور دلیری کے ساتھ

مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت

کرتا رہا تو وہ صرف سر فضل حسین ہی ہیں مجھے سر آغا خاں سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور شائد چند اور مسلمان لیڈر ہوں۔ جن سے میں نہ ملا ہوں۔ باقی جس قدر مسلمان لیڈروں سے میں ملا۔ ان کی گفتگوؤں ملاقاتوں اور ان سے مشوروں کے بعد میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ سر فضل حسین صاحب کی خدمت اور خیر خواہی کے برابر کا مسلمانوں میں ایک لیڈر بھی نہیں۔ مگر

مسلمانوں کی بدقسمتی

کہ انہیں ایک ہی شخص ایسا ملا۔ جس نے نہ لالچ سے حق بات کو چھپایا اور نہ خوف سے سچی بات کہنے سے رکا۔ مگر اسی شخص کو

برا بھلا کہہ کر

ہمارے ساتھ شامل کر دیا۔ شائد اس وجہ سے کہ ہم بھی دیانتداری کے ساتھ کام کرنے والے ہیں۔ اور سر میاں فضل حسین صاحب بھی۔ گویا احرار نے صرف ایک اصل اپنی راہنمائی کے لئے مقرر کیا ہوا ہے۔ اور وہ یہ کہ جو بھی

دیانتدار لیڈر

ہو۔ خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی اس پر حملہ کر دو۔ بہر حال وہ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ مسجد شہید گنج احمدیوں اور سر میاں فضل حسین کے ایماء سے گرائی گئی ہے۔ باقی اس بات کا کوئی ثبوت ہو یا نہ ہو۔ اس سے ان کو کوئی واسطہ نہیں۔ انہوں نے تو

خوئے بد را بہانہ ہا بسیار

کے مقولہ کے مطابق اپنا زہر دکھانا ہے۔ اور ان کا مقصد تو صرف یہ ہے۔ کہ کسی نہ کسی طرح دوسرے کو گرایا جائے۔ اور جب کسی قوم نے دوسروں کو گالیاں ہی دینی ہوں۔ تو اس کے لئے وہ ہزار بہانے بنا سکتی ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ ان کے مقابلہ میں ہم نے

شرارت سے کام

نہیں لیا۔ اگر ہم بھی اسی قسم کی شرارتوں سے کام لیتے۔ تو شائد وہ اس قسم کی دلیری نہ کرتے مثل مشہور ہے کوئی امیر تھا جو امیر ہونے کے ساتھ ہی بخیل بھی تھا۔ اس کی عادت تھی۔ کہ وہ ایک جگہ شادی کرتا اور چند دنوں کے بعد عورت کو گھر سے نکال دیتا۔ پھر کسی اور جگہ شادی کرتا۔ اور چند دنوں کے بعد اسے بھی کسی بہانہ سے گھر سے نکال دیتا۔ وہ شادی کرتے وقت یہ شرط کر لیا کرتا۔ کہ اگر عورت نے کوئی قصور کیا۔ تو اس کا سارا مال میرا ہو گا۔ اسی طرح اس نے بہت سی عورتوں سے شادی کی۔ اور بہانہ بنا کر نکال دیا۔ آخر ایک جگہ پھر جو اس نے شادی کے لئے درخواست دی۔ تو لڑکی کے باپ نے انکار کیا۔ مگر لڑکی نے باپ سے کہا کہ آپ میری اسی جگہ شادی کر دیں۔ میں اسے سیدھا کر لوں گی۔ خیر اس نے شادی کر دی۔ مہینہ بھر تک جب اسے کوئی

گرفت کا موقعہ

نہ ملا تو تنگ آکر ایک دن کہنے لگا۔ آج میں کھانا باورچی خانہ میں ہی کھاؤں گا۔ مجھے جلدی سے روٹی پکا دی جائے۔ چونکہ وہ بخیل تھا اور نوکر اس نے کوئی رکھا ہوا نہیں تھا۔ اسلئے بیوی ہی روٹی پکاتی تھی۔ جب وہ روٹی پکانے لگی تو

یہ جواب کر کھڑا ہوگیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ کمبخت تو روٹی تو ہاتھوں سے پکاتی ہے۔ تیری کہنیاں کیوں جلتی ہیں۔ حالانکہ جب کوئی روٹی پکائیگا۔ تو لازما اس کی کہنیاں بھی جلیں گی۔ عورت ہوشیار تھی۔ کہنے لگی۔ آپ خواہ مخواہ کھانا کیوں خراب کرتے ہیں۔ میں ہر وقت آپ کے گھر میں ہوں جب آپ چاہیں۔ مجھے مار پیٹ سکتے ہیں۔ اس وقت آپ غصہ نہ کریں۔

خون میں جوش

پیدا ہوگا۔ اور کھانا ہضم نہیں ہوگا۔ بعد میں جو جی چاہے مجھ سے کہہ لیں۔ یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ اور کھانا کھانے بیٹھ گیا۔ ابھی اس نے پہلا لقمہ ہی منہ میں ڈالا تھا۔ کہ عورت جوتی نکال کر کھڑی ہوگئی۔ اور اس کی ڈاڑھی پکڑ کر کہنے لگی۔ کمبخت تو روٹی تو منہ سے کھاتا ہے۔ تیری ڈاڑھی کیوں جلتی ہے۔ اس پر وہ رئیس ہاتھ باندھکر کہنے لگا۔ بس بی بی۔ تو جیتی اور میں ہارا۔ آگے کو میں کوئی شرارت تجھ سے نہیں کرونگا۔ اگر کوئی احرار کو ویسا ہی جواب دینے والا ہوتا۔ تو وہ چند دنوں میں سیدھے ہو جاتے۔ مگر وہ جانتے ہیں۔ کہ ہم نے شرافت کو نہیں چھوڑنا۔ اس لئے وہ دلیر ہو کر ہر صبح ایک نیا بہانہ بنا کر اٹھتے اور ہم پر کوئی

نیا الزام

لگا دیتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ اب تک جاری ہے۔ اور ختم ہونے میں نہیں آتا وہ گالیاں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئیں۔ اور وہ ناپاک کلمات جو آپ کے متعلق استعمال کئے گئے۔ ابھی تک استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور مولوی عطاء اللہ کے مقدمہ کے دوران میں اور تو اور

ایک عدالت نے بھی ان گالیوں کو دُہرا دیا

یاد رکھو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت خدا تعالےٰ کا یہ الہام ہے۔ کہ لانبقی لک من المخزیات ذکرا۔ کہ اے مسیح ہم دُنیا میں کوئی ذلت و رسوائی کی بات تیرے متعلق نہیں رہنے دینگے۔ یہ

خدا تعالیٰ کا وعدہ

ہے۔ جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا۔ مگر خدا تعالےٰ اپنے وعدوں کو پورا کرنے کا پہلا موقع بندوں کو دیا کرتا ہے کیا وہ خدا جس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے

دشمنوں کی ہلاکت کی خبر

دی۔ ابو جہل کو نہیں مار سکتا تھا۔ عتبہ اور شیبہ کو نہیں مار سکتا تھا۔ اور کیا وہ ان لشکروں کو ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔ جو مکہ سے اٹھے۔ اور مدینہ میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے خدا تعالےٰ ایسا کر سکتا تھا۔ مگر اس نے یہی چاہا۔ کہ صحابہ کے ذریعہ اس وعدہ کو پورا کرے۔ اسی طرح اس خدا نے جو

تمہارا خالق و مالک

ہے۔ جس نے تمہیں پیدا کیا۔ جس نے تمہیں زندگی کا سامان دیا۔ جس نے تمہاری ماؤں کی چھاتیوں میں تمہارے لئے اس وقت دودھ پیدا کر دیا۔ جس وقت تم روٹی کو چبا نہیں سکتے تھے۔ جس نے تمہیں آنکھیں دیں۔ جس نے تمہیں کان دیئے۔ جس نے تمہیں ناک دیا۔ جس نے تمہیں عقل دی۔ جس نے تمہیں ذہانت دی۔ جس نے تمہیں علم دیا۔ جس نے تمہیں علم کے سامان دیئے۔ اور جو تمہارے باپ اور تمہاری ماں سے زیادہ تمہارا ہمدرد ہے۔ اسی خدا کا یہ وعدہ ہے۔ کہ

لانبقی لک من المخزیات ذکرا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت دُنیا میں کوئی ایسی بات نہیں رہے گی۔ جو آپ کو ذلیل اور رسوا کرنے والی ہو۔ کیا تم اپنے باپ کا قرضہ ادا کیا کرتے ہو یا نہیں۔ کیا تم اپنی ماں کا قرضہ ادا کیا کرتے ہو یا نہیں۔ اگر ادا کرتے ہو۔ تو پھر خدا کا بھی یہ قرضہ ہے۔ جسے ادا کرنا تمہارا فرض ہے۔ اور اگر تم نے یہ قرض ادا نہ کیا۔ تو وہ خود اس کو ادا کریگا۔ تم اچھی طرح سن لو۔ کہ خدا کا یہ وعدہ ہے۔ کہ اے مامور تیرے متعلق ہم دنیا میں کوئی رسوائی کی بات نہیں رہنے دینگے۔ پس اس وعدہ کے مطابق پہلا فرض تمہارا ہے۔ کہ تم ان رسوائکن

باتوں کو دور کرو۔ اور اگر نہیں کروگے۔ تو خدا خود کرے گا۔ مگر جس بات کے کرنے کا وہ اپنے

بندوں کو موقع

دے۔ اس سے زیادہ خوش قسمتی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ پس ہم میں سے ہر شخص کو اپنی ہر ایک چیز قربان کرکے بھی خدا تعالےٰ کے اس وعدہ کو پورا کرنا چاہئے۔ اور اس وقت تک چین اور آرام سے نہیں بیٹھنا چاہئے۔ جب تک

مخزیات کا وجود

دُنیا سے مٹ نہ جائے۔ پھر نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو گندی گالیاں دی گئیں۔ بلکہ حضرت ام المومنین کو بھی جن کا اس میں کوئی تعلق نہ تھا۔ گالیاں دی گئیں حالانکہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں تحریف

کرکے مخالفین کی طرف سے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی لیکن حضرت ام المومنین کو جن کا اس میں کوئی بھی تعلق نہ تھا۔ انہیں بھی احرار نے گالیاں دیں۔ یہاں تک کہ مہار نپور میں ایک موقع پر تقریر میں ان کے متعلق کہا گیا۔ دِلّی کی دلّی یہ ہے وہ شرافت کا نمونہ۔ جو احرار نے دکھایا بھلا کونسی

حضرت اُمّ المومنین

نے کتاب لکھی تھی۔ یا کونسی ایسی تحریر تھی۔ جس پر غصہ کھا کر انہوں نے آپ کے متعلق ایسا گندہ اور دلخراش لفظ استعمال کیا۔ مگر جب انسان کا دل تاریک ہو جاتا ہے۔ جب شیطنت اور فسق و فجور اس کے اخلاق پر موت طاری کر دیتا ہے۔ اور جب انسان حیا و شرم کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔ اس وقت وہ اخلاق کو بھول جاتا ہے۔ اور ان گندی اور حیا سوز باتوں پر اُتر آتا ہے۔ جن پر چوہڑے اور چمار بھی نہیں اتر سکتے۔ پھر اس سے ترقی کرکے انہوں نے ہمارے خاندان کے افراد پر ہاتھ اُٹھائے۔ چنانچہ میاں شریف احمد صاحب

پر حملہ کرایا گیا۔

غرض احرار کا کوئی فعل ایسا نہیں جس میں کمی آئی ہو۔ گالیاں برابر جاری ہیں۔ گندے الفاظ کا استعمال برابر جاری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر حملوں کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور یہ صرف شہید گنج کے واقعہ سے پہلے کی باتیں نہیں۔ بلکہ اب تک ان

گالیوں کا ایک سلسلہ

ہے۔ جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ چنانچہ میں اس کے ثبوت میں بتاتا ہوں۔ کہ کل کے "مجاہد" اخبار میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے متعلق کیا لکھا گیا۔ میں نے اس اخبار کا صرف ایک صفحہ لیا ہے۔ اور وہ بھی تازہ پرچے کا۔ یہ نہیں۔ کہ کوئی خاص پرچہ تلاش کیا ہے۔ اسی سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ احرار کی طرف سے کس قسم کی

اشتعال انگیز باتیں

کہی جا رہی ہیں۔ اور کس طرح شرارت اور فتنہ و فساد پھیلانے کی کوشش ہو رہی ہے کسی شخص محمد مظہر کے نام سے ۱۰ / نومبر کے مجاہد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے متعلق جو بدزبانی کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے متعلق کہتا ہے۔

"اس شخص نے چونکہ اپنے وقت میں چوری اور سینہ زوری سے کام لیا"

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوانح حیات کے متعلق لکھتا ہے:۔

"یہ طومارِ کذب و دروغ ختم ہونے والی چیز نہیں"

پھر لکھتا ہے "جس طرح یہ فرقہ رحمانی نہیں شیطانی ہے۔ اسی طرح ان کی داستان بھی شیطان کی آنت کی طرح لمبی ہے"

پھر لکھتا ہے "بعد تکمیلِ علم..... اپنی خانگی عدالت کی پیروی کرتے رہے..... یہاں سخت ناکامی ہوئی۔ تو سیالکوٹ کا رُخ کیا..... جب یوں گذارہ نہ چلا۔ تو مختاری کے

امتحان کی تیاری کی اس میں بھی خیر سے فیل ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ تو پھر نبی بننے کی ٹھان لی؟ اس کے بعد محمد مظہر نے سراسر جھوٹی تاریخ وضع کرنے کی بھی کارروائی کی ہے اور

پہلا جھوٹ

یہ بولا ہے کہ سیالکوٹ میں ہی حکیم نورالدین بھیروی سے جو ان دنوں ریاست جموں میں ملازم تھے مثیل مسیح بننے کے مشورے ہوتے رہے حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن دنوں سیالکوٹ میں ملازم تھے ۔ اس وقت حضرت خلیفہ اول کی عمر بیس بائیس یا چوبیس سال کی تھی اور آپ

ہندوستان کے مختلف حصوں میں تحصیل علم

کرتے پھرتے تھے ۔ غرض ان ایام میں حضرت خلیفہ اول کے جموں میں ملازم ہونے کی داستان بالکل جھوٹ ہے ۔ آپ جموں میں اس زمانہ کے کئی سال بعد ملازم ہوئے ۔ مگر جس نے جھوٹ بنانا ہو ۔ اسے اس سے کیا کہ اصلی واقعہ کیا ہے ۔ ع

بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

جب انسان بے حیا بن جائے تو پھر جو جی میں آئے کہتا پھرے اس کے بعد یہ شخص بیان کرتا ہے ۔ آپ سیالکوٹ سے سیدھے آلومہار پہنچے وہاں پیر چنن شاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی ۔ اور آپ نے دریافت کیا کہ کیا آجکل کوئی نبی بھی بن سکتا ہے انہوں نے انکار کیا تو مرزا صاحب نے کہا ۔ "نہیں جناب **جب انسان ذرا ڈھیٹھ بن جائے تو نبی بن سکتا ہے**" یہ وہ انتہا درجہ کی فتنہ پردازی ہے جو اس وقت ہماری جماعت کے خلاف کی جارہی ہے ۔ جہاں اس قسم کے

بے دین اور بے حیا لوگ

موجود ہوں وہاں اخلاق بھلا کہاں باقی رہ سکتے ہیں ۔ اس قسم کی افترا پردازی کا بجز اس کے کچھ منشا نہیں کہ لوگوں میں اشتعال پیدا کیا جائے ۔ اور انہیں بتایا جائے کہ نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک جس قدر نبی آئے سب ڈھیٹھ تھے ۔ یہ محمد مظہر

آج ہمیں بتاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سیالکوٹ کے بعد آلومہار

گئے اور سید چنن شاہ سے ملے ۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تھا ۔ اس وقت ان پیر چنن شاہ کی زبان کیوں بند رہی ۔ اور وہ نہ بولے اور نہ انہوں نے آپ کے متعلق یہ انکشاف نہ کیا مگر اس زمانہ کے ستر سال کے بعد آج ایک شخص محمد مظہر نامی جو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوا تھا ۔ یہ روایت سنا رہا ہے آخر

ستر سال کے بعد

یہ روایت کہاں سے پیدا ہوئی یقیناً واقعہ کی ذرینہ ہی ایسی روایت وضع کرسکتی ہے ورنہ چاہیئے تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تھا ۔ اسی وقت یہ

آلومہار والے پیر صاحب

آپ کو مباہلہ کا چیلنج دیتے اور اس بات کو پیش کر کے حقیقت کو ظاہر کرتے لیکن وہ خاموش رہتے ہیں اور ستر سال کے بعد ایک شخص اس جھوٹ کا اعلان کرتا ہے جس سے ہم سمجھتے ہیں ۔ کہ یہ جھوٹ ان پیر صاحب نے نہیں بنایا ۔ اس سید محمد مظہر نامی شخص نے بنایا ہے ۔ اور صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کی باتوں سے مسلمانوں کو یہ دھوکا دینا مطلوب ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمام انبیا کو نعوذ باللہ فریبی سمجھتے تھے ۔ اور آپ کا یہ خیال تھا کہ انسان اگر ذرا ڈھیٹھ بن جائے ۔ تو نعوذ باللہ نبی بن سکتا ہے ۔ پھر یہ شخص کہتا ہے کہ وہاں سے آپ سیدھے لاہور آئے اور لاہور سے قادیان اور یہاں آکر

دعویٰ کی بنیاد

رکھ دی ۔ حالانکہ آپ کی سیالکوٹ کی رہائش کے بیس سال بعد براہین چھپی ہے اور اس کے چودہ سال بعد آپ نے دعویٰ مجددیت کیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد مسیحیت کا دعویٰ کیا ۔ گویا چونتیس سال کے بعد کے واقعہ کو یہ شخص چند ماہ کے اندر کا واقعہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ پھر لطیفہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں قریباً دس سال رہے ہیں اور وہاں کے

لوگ ، جو رات دن آپ کی مجلس میں رہے ۔ ان سے آپ نے کبھی ایسی بات نہ کہی ۔ کہی تو ایک گھنٹہ کی ملاقات میں سید چنن شاہ صاحب سے کہی ۔ سیالکوٹ کے لوگوں پر آپ کی زندگی کا جو اثر تھا ۔ وہ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ

سید میر حسن صاحب

جو ایک بہت مشہور شخص گذرے ہیں ۔ ڈاکٹر سر اقبال بھی ان کے شاگردوں میں سے ہیں سیالکوٹ اور پنجاب کا علمی طبقہ ان کی عظمت صاف گوئی اور سچائی کا قائل ہے ۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قیام سیالکوٹ کے ہر وقت کے ساتھی تھے وہ نیچری تھے اور

سرسید کے متبع

تھے ۔ اور آخر تک احمدیت کے مخالف رہے ہیں ۔ مگر جب بھی کسی نے آپ کی

قبل از بعثت زندگی

پر اعتراض کئے ۔ انہوں نے ہمیشہ اس کی تردید کی ۔ اور علی الاعلان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بزرگی اور نیکی اور اسلام سے محبت کا ذکر کرتے رہے ۔ پس کیا یہ عجیب بات نہیں کہ سیالکوٹ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لمبے عرصہ تک رہے وہاں کے لوگ تو آپ کی زندگی میں کوئی عیب نہ نکال سکے بلکہ آپ کی

بزرگی اور ولایت کے قائل

رہے ۔ لیکن یہ سید محمد مظہر کہتا ہے کہ قادیان کی واپسی کے وقت سید چنن شاہ سے آپ راستہ میں یہ بات کہتے آئے کہ انسان ذرا ڈھیٹھ بن جائے تو نبی بن سکتا ہے ۔ دراصل یہ الفاظ لکھ کر اس شخص نے اپنی

گندی فطرت کا اظہار

کیا ہے اور اس ڈھیٹھ پن کا مظاہرہ کیا ہے جو اس کے اندر موجود ہے ۔ غرض احرار کی طرف سے گالیوں میں کمی نہیں آئی ۔ بلکہ ان میں زیادتی ہورہی ہے ۔ گالیاں دی جاتی ہیں اور اتنی ناپاک اور گندی گالیاں دی جاتی ہیں ۔ کہ کوئی انسان انہیں سننے کی تاب نہیں رکھتا اس کے مقابلہ میں

حکومت خاموش ہے اور مسلسل خاموش ہے

حالانکہ اگر یہی گالیاں حضرت مسیح ناصری کو دی گئیں اگر یہی گالیاں حضرت کرشن کو دی گئیں اگر یہی گالیاں سکھوں کے گروؤں کو دی جاتیں تو

گورنمنٹ کے حلقہ ہائے اعلیٰ

تھرا جاتے ۔ اور ملک میں فساد اور خونریزی کی ایسی رو پیدا ہو جاتی ۔ جس کا سنبھالنا حکومت کے بس میں نہ ہو مگر کیا چیز ہے جو حکومت کو خاموش رکھے ہوئے ہے ۔ کس چیز نے اس کی زبانوں کو روکا ہوا ہے ۔ کس چیز نے اس کی قلموں کو روکا ہوا ہے ۔ اور کس چیز نے اس کے ہاتھوں کو حرکت کرنے سے روکا ہوا ہے صرف اس بات نے کہ احمدی امن پسند ہیں اور وہ ملک کے امن کو برباد نہیں کریں گے ۔ مگر کیا یہ

انتہا درجہ کا ظلم

نہیں اور کیا یہ انتہائی ستم اور جور نہیں کہ ایک گورنمنٹ اس لئے خاموش رہتی اور اپنے قانون کو حرکت میں نہیں لاتی کہ یہ لوگ ظلم کا بدلہ لینے کے لئے تیار نہیں ۔ کیا یہ حکومت کے فرائض کو کلی طور پر نظر انداز کر دینے کے مترادف نہیں اور کیا اسی طرح ملک میں امن قائم کیا جاتا ہے ۔ گو میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید کرتا ہوں کہ کوئی احمدی ایسا نہیں کرے گا ۔ لیکن اگر خدانخواستہ ان گالیوں کی برداشت نہ کر کے آج نہیں کل ۔ کل نہیں پرسوں پرسوں نہیں اترسوں ۔ ہم میں سے کوئی شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لے ۔ تو کیا گورنمنٹ کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اسے گرفت کرے ۔ حکومت پنجاب کو خدا تعالیٰ کی حکومت نظر نہیں آتی اور اس کے اوپر اور کوئی دنیوی حکومت ایسی نہیں جو اس سے بازپرس کر سکے کیونکہ نئے آئین سیاسی نے صوبجاتی آزادی دے رکھی ہے لیکن اگر اس کے اوپر کوئی عدالت ہوتی اور ہم اس کے سامنے یہ داستان غم رکھ سکتے تو یقیناً وہ عدالت یہی فیصلہ کرتی کہ اس لمبے مسلسل اور پیہم دل آزار دل شکن ناقابل برداشت رویہ کے بعد جو احرار نے احمدیوں کے خلاف جاری رکھا اور حکومت پنجاب نے اس پر متواتر خاموشی اختیار کئے رکھی اس کے بعد اگر کوئی احمدی اپنے

160

قابو سے باہر

ہوگیا - تو اس کی ذمہ واری حکومت پر اور احرار پر ہے - اس مظلوم دل فگار احمدی پر نہیں - پس وُہ مجرم نہیں - بلکہ

مجرم یا حکومت پنجاب ہے یا احرار

اگر گورنمنٹ سمجھتی ہے - کہ ان گالیوں کی موجودگی میں صبر سے کام لیا جاسکتا ہے اور انسان اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکتا ہے - تو ہم بھی اس کی سبیل کی احمدیوں کو اجازت دے دیتے ہیں - احمدی بھی وُہی الفاظ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت استعمال کئے جاتے ہیں - ہندوؤں سکھوں اور عیسائیوں کے بزرگوں کی نسبت استعمال کرکے دیکھ لیں گے - اور اس وقت تک استعمال کرتے چلے جائیں گے - جب تک کہ گورنمنٹ یہ وعدہ نہ کرے - کہ اس قسم کے الفاظ پر خواہ کسی بزرگ کی نسبت استعمال کئے جائیں آئندہ گرفت کیجایا کریگی

یہ کوئی دھمکی نہیں بلکہ حقیقت ہے

کہ اگر حکومتِ پنجاب نے ان گالیوں کے روکنے کا کوئی بندوبست نہ کیا - جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی جاتی ہیں - تو میں اس روک کو جو میری طرف سے جماعت پر ہے - واپس لے لونگا - اور اجازت دے دونگا - کہ جو احمدی چاہتا ہے - کہ

حکومت کے رویہ کو قانونی عدالتوں میں زیر بحث لائے

اور دشمنانِ شرافت احرار کو یا دوسرے غیر شریف دشمنانِ سلسلہ کو ان کے رویہ کی غلطی کا احساس کرائے - اس پر میری طرف سے کوئی روک نہیں - اور اگر وہ احمدی جو صرف میرے روکنے کی وجہ سے رُکے ہوئے ہیں - انہوں نے وُہ سب گالیاں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق استعمال ہوتی ہیں - ان

ظالم اقوام کے بزرگوں کی نسبت

استعمال کیں - تو پھر دُنیا خود دیکھ لے گی کہ گورنمنٹ کس طرح خاموش رہتی ہے - اور ادھر توجہ نہیں کرتی - اس کے نتیجہ میں بے شک گورنمنٹ ہمارے آدمیوں کو پکڑ سکتی ہے - ان پر مقدمہ چلا سکتی ہے لیکن آخر

اخلاقی فتح

ہماری ہی ہوگی - اور دُنیا تسلیم کریگی - کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دی گئیں - اس وقت حکومت نے اپنے فرض کو ادا نہ کیا - پھر یہ شخص مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس ریویو کا ذکر کرتے ہوئے جو انہوں نے براہین احمدیہ پر کیا - لکھتا ہے چونکہ انہیں " اس پلیدی کا علم نہ تھا - اس واسطے شروع میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں کتاب مذکور کی بڑی تعریف کی "

پھر لکھتا ہے - مرزا صاحب براہین کے لئے روپیہ لوگوں سے لے کر کھا گئے حالانکہ براہین کے روپیہ کے متعلق بار بار بتایا جا چکا ہے - کہ وُہ روپیہ معمولی مقدار میں تھا اور اس وقت کے

طباعت کے اخراجات

کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب کی اشاعت کے لئے بھی کافی نہ تھا - لیکن باوجود اس کے کہ وُہ روپیہ موجودہ کتاب کی اشاعت پر خرچ ہوا - پھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے اعلان کر دیا گیا - کہ جس شخص کو شکایت ہو - وُہ اپنا روپیہ واپس لے لے بعض نے واپس لیا - لیکن جو سمجھتے تھے کہ ان کا روپیہ صحیح خرچ ہوا - انہوں نے روپیہ واپس نہ لیا - اب اگر اس قدر اعلانات ہونے کے بعد بھی کسی نے روپیہ واپس نہیں لیا - تو کیوں نہیں لیا ؟ اگر واقعہ میں روپیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھا گئے تھے - تو اس پر اعتراض انہوں نے کرنا تھا - جنہوں نے روپیہ بھیجا تھا - مگر وُہ تو روپیہ پیش کرنے کے باوجود بھی خاموش رہے - اور آج یہ شخص سید محمد مظہر نہ روپیہ بھیجنے والوں میں سے ہے - اور غالباً اس وقت پیدا بھی نہ ہوا تھا - اعتراض کرتا ہے اور ایک ناپاک الزام اس شخص پر لگاتا ہے جس پر ہزاروں

لاکھوں آدمی اپنی جانیں نثار کرنے کو تیار ہیں۔

اور جس نے سب دُنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا ہوا ہے *

پھر یاد رکھنا چاہیئے - کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعلان پر ہی بس نہیں - اس کے بعد میں بھی اعلان کر چکا ہوں - کہ اگر کوئی شخص اب بھی ثابت کر دے - کہ اس نے

براہین کے لئے روپیہ

بھیجا تھا - اور وہ روپیہ واپس لینا چاہے تو اسے روپیہ دیدیا جائیگا - مگر کسی نے آجتک اپنا ثبوت پیش کرکے روپیہ طلب نہیں کیا پس جس روپیہ کے متعلق روپیہ دینے والے یہ سمجھتے ہیں - کہ وُہ جائز طور پر اشاعتِ اسلام کے لئے خرچ ہوا - اس کے متعلق یہ سید محمد مظہر اعتراض کرنے والا کون ہے - یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے احمدی آج کل جو چندہ دیتے ہیں اس کے متعلق احرار شور مچا دیں - کہ صدر انجمن احمدیہ احمدیوں کا روپیہ کھا رہی ہے - اسے واپس کیوں نہیں کرتی - جب روپیہ دینے والے مطمئن ہیں - تو کسی اور کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے - ہاں اگر اخلاق اور شریعت کے خلاف کسی جگہ روپیہ صرف کیا جائے تب لوگ اعتراض کر سکتے ہیں - جیسے اگر کوئی شخص چندہ لیکر کنجریاں نچواتا ہے - تو روپیہ دینے والوں کا حق ہے - کہ اس پر اعتراض کریں لیکن جب روپیہ اشاعتِ اسلام کے لئے خرچ ہو رہا ہو - اور روپیہ دینے والے مطمئن ہوں - تو ایک غیر شخص کا شور مچانا سوائے بیہودگی کے اور کیا معنی رکھتا ہے پس یاد رکھو تم نے بغیر اخلاق اور شریعت کی حدود کو توڑے اس

ہتک کا بدلہ

لینا ہے - جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گئی - حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے الہاماً فرمایا ہے - کہ ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء - تیری مدد وہ لوگ کرینگے جن کی طرف ہم آسمان سے وحی کریں گے * پس آج جو شخص چاہتا ہے - کہ

وحی الٰہی کا مورد

بنے - اس کے لئے ضروری ہے - کہ وہ سلسلہ کی عزت اور اس کے احترام کے لئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت اور اس کے احترام کے لئے ہر ممکن قربانی کرنے کے لئے تیار رہے - جب تک مخالفین کی موجودہ حالت قائم رہتی ہے - جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دی جاتی ہیں - جب تک حکومت اپنے فرائض سے غافل رہتی ہے - جب تک احرار اپنی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں سے باز نہیں آتے - اس وقت تک ہمارا فرض ہے - کہ ہم اپنی جد وجہد کو برابر جاری رکھیں - اور ہمارا فرض ہے - کہ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری قربانی کرتے چلے جائیں - اور ہمارا فرض ہے - کہ ہم اطمینان اور آرام سے نہ بیٹھیں - اور جو شخص پیشتر اس کے کہ حالات کلیتہً بدل جائیں - اطمینان کا سانس لیتا ہے - وُہ بے غیرت اور بے حمیت ہے - اور اس قابل نہیں - کہ احمدیت میں شامل رہے - اس کے لئے بہتر ہے کہ احمدیت کو ترک کر دے - کیونکہ

وہ مرد نہیں بلکہ خنثیٰ ہے

میں نے اب قطعی طور پر یہ فیصلہ کر لیا ہے - کہ اگر ان گالیوں کی طرف گورنمنٹ توجہ نہیں کریگی تو میں جماعت کو آزادی دیدوں گا - کہ وہ ان

ظالمانہ حملوں کا جواب

دے - ہمیں خدا تعالےٰ کے فضل سے اپنے بزرگوں کی عزتوں کو بچانا آتا ہے - احرار کو شاید یہی خیال ہو - کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے اور ان کے مشترک ہیں - پس یہ ان پر حملہ نہیں کر سکتے - صحابہ کرام ہمارے اور ان کے مشترک ہیں - پس یہ ان پر بھی حملہ نہیں کر سکتے - ائمہ اہل بیت ہمارے اور ان کے مشترک ہیں - یہ ان پر بھی حملہ نہیں کر سکتے - پس یہ ہم سے بدلہ کس طرح لے سکتے ہیں - یہ سب کچھ درست ہے - مگر میں نے بھی وہ سکیم اب سوچ لی ہے جس کے ماتحت اپنے بزرگوں کی عزتوں کو بچا کر انہیں ایسا کاری زخم لگایا جا سکتا ہے - کہ جو انہیں عمروں تک یچین رکھے - اسکے بعد الزام ہم پر عائد نہیں ہوگا - بلکہ الزام یا گورنمنٹ پر عائد ہوگا یا احرار پر - ہم نے اپنا یہ حق بھی جو دفاعی طور پر ہمیں حاصل ہے - چھوڑا ہوا تھا - مگر اب ہم خدا تعالےٰ کے فضل سے ان گالیوں کا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی جاتی ہیں ایسا بدلہ لیں گے - کہ گورنمنٹ کو بھی اپنی غلطی تسلیم کرنی پڑے گی - اور احرار کو بھی اس کے ساتھ ہی اپنے بزرگوں کے متعلق ہم کسی قسم کی

بے ادبی کا لفظ

استعمال نہیں کریں گے - تاریخ اسلام میں ذکر ہے - کہ ایک دفعہ مکہ کے لوگوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف سب وشتم میں حد سے تجاوز کیا - اس پر

حضرت حسان بن ثابت

نے عرض کیا - کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت ہو - تو ان گالیوں کا جواب دوں - آپ نے فرمایا تم جانتے ہو - یہ سب لوگ خاندانی طور پر ہمارے خاندان سے ملے ہوئے ہیں

کوئی بیوی کے ذریعہ سے کوئی ماں کے ذریعہ سے کوئی خالہ کے ذریعہ سے کوئی اور کسی رشتہ کے ذریعہ سے اگر تم سخت الفاظ استعمال کرو گے۔ تو وہ زد ہم پر بھی تو پڑیگی انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں انہیں اس طرح الگ کروں گا جیسے مکھن میں سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ اسی طرح احمدی بھی ان کی گالیوں کا جواب اس طرح دیں گے۔ کہ

ہمارے بزرگوں پر کوئی آنچ نہ آئیگی

اور ان کے ادب میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ اور اگر اس کے نتیجہ میں ہمارے مخالفوں نے شور مچایا تو احمدیوں کا حق ہو گا۔ کہ وہ جواب دیں۔ کہ جو کام ہمارے مخالف کرتے رہے ہیں۔ اس کے کرنے کا ہمیں بھی حق ہے۔ اور جس حکومت نے ہم سے امن قائم کروایا تھا۔ اس کا فرض ہے۔ کہ ہماری حفاظت بھی ہمارے دشمنوں سے کرے۔ ہاں میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ

امن کو توڑنے والے

ہم نہیں ہوں گے۔ بلکہ جب بھی امن ٹوٹیگا۔ ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں سے ٹوٹے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے صبر کر کر کے ہم کو صبر کی عادت ہو گئی ہے۔ اور ہمارے آدمی انتہائی جوش کی حالت میں بھی اپنے

ہاتھوں کو روک رکھنے کے عادی

ہیں۔ میں ہمیشہ حیران ہوتا ہوں۔ کہ کیونکر گورنمنٹ ہم سے یہ امید کرتی چلی جاتی ہے۔ کہ ہم صبر سے کام لیں۔ سوائے اس کے کہ میں یہ تسلیم کروں۔ کہ حکومت دل میں ہمارے اخلاق کی برتری اور ہمارے صبر کی غیر معمولی قوت کی قائل ہے۔ مگر

اب صبر کا پیمانہ اچھلنے لگ گیا ہے

اور اب میں مجبور ہوں کہ جماعت کو اجازت دے دوں کہ وہ قانون کے اندر رہتے ہوئے گورنمنٹ نے جو تشریح احمدیت کے متعلق قانون کی کی ہے۔ اس کی روشنی میں اپنے مخالفوں کے حملوں کا جواب دیں۔ اور قانون کے اندر رہتے ہوئے جواب دیں۔ مگر باوجود اس کے کہ ہم قانون کے اندر رہتے ہوئے ان پر حملہ کرینگے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ صبر نہیں کر سکیں گے۔ ان کے صبر اور ہمارے صبر میں بہت بڑا فرق ہے ہم نے جو صبر کیا ہے۔ اس کی قدر و قیمت کو گورنمنٹ سمجھے یا نہ سمجھے۔ لیکن تم کسی غیر جانبدار شخص کے سامنے یہ تمام حالات رکھ دو۔ وہ یہ باور کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہو گا۔ کہ احمدیوں نے ان حالات میں صبر کیں۔ انگریز اپنی

رواداری کا بہت بڑا دعویٰ

کرتے ہیں۔ مگر ہم نے ان کا صبر بھی دیکھا ہوا ہے۔ ولائت میں جب میں گیا۔ تو عیسائیت کے خلاف ہم نے ایک ٹریکٹ لکھا۔ جسے سینٹ پال کے گرجا کے سامنے تقسیم کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ اشتہار تقسیم ہو رہا تھا۔ تو ایک لارڈ نے اسے دیکھ کر اپنی آستینیں چڑھا لیں۔ اور کہنے لگا جس نے اب یہ اشتہار تقسیم کیا۔ میں اسے مکے مار مار کر سیدھا کر دوں گا۔ حالانکہ اس میں گالیاں نہیں تھیں بلکہ دلائل تھے۔ پس ہم نے جو صبر کیا ہے دنیا میں اس کی کہیں مثال نہیں مل سکتی۔ لیکن ہم کہاں تک صبر کرتے چلے جائیں۔

ہم اپنے صبر کو اب بے غیرتی سے بدلنے کیلئے تیار نہیں

حکومت کو بھی امن تبھی نصیب ہو سکتا ہے۔ جب وہ طرفین سے مساوی سلوک کرے۔ ہم نے کبھی اس سے رعائت طلب نہیں کی۔ اور نہ آئندہ طلب کریں گے۔ ہم جو کچھ چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ یا تو گورنمنٹ ان گالیاں دینے والوں کا مونہہ بند کرے۔ اور اگر وہ اس کے لئے تیار نہیں۔ تو گورنمنٹ ہمیں کہہ دے۔ کہ تمہیں

جوابی رنگ میں سخت الفاظ کے استعمال کی اجازت

ہے۔ پھر ہمیں اس سے کوئی شکائت نہیں رہیگی اور اگر ہم اس کے بعد بھی گورنمنٹ سے کوئی شکائت کریں تو وہ جتنا چاہے ہمیں ذلیل اور رسوا کرے۔ اور کہے کہ یہ کیسے بے غیرت انسان ہیں۔ کہ ہم انہیں مقابلہ کی اجازت دیتے ہیں۔ مگر یہ پھر ہمارے پاس آتے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ ہمارے ہاتھوں کو روکتی ہے۔ گورنمنٹ ہماری زبانوں کو روکتی ہے۔ اور گورنمنٹ ہمارے قلموں کو روکتی ہے۔ لیکن وہ دوسرے فریق کو کھلا چھوڑ رہی ہے۔ ہماری جماعت کے ایک رسالہ کو

گذشتہ ایام میں

ضبط کیا گیا۔ جب اس کے متعلق بعض افسروں سے پوچھا گیا۔ کہ اسے کیوں ضبط کیا گیا ہے۔ تو وہ کوئی حوالہ نہ دکھا سکے۔ اور کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں

سکھ قوم کو سکھایا ایسے ہی رنگ میں مخاطب کیا گیا ہے

مگر یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق چوری سینہ زوری فریبی روپیہ کھانے والا اور نبوت سے تمسخر کرنے والے کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ مگر گورنمنٹ کا کوئی قانون حرکت نہیں کرتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ صرف یہی کہ جن کے متعلق سکھا کہا گیا تھا۔ ان کے متعلق

گورنمنٹ سمجھتی ہے

کہ وہ اس معمولی سے لفظ پر کرپانیں باہر نکال لیں گے۔ مگر احمدیوں کے متعلق اس کا یقین ہے۔ کہ ان کا امام انہیں صبر کی تلقین کریگا وہ

خون کے گھونٹ

پی کر رہ جائیں گے۔ لیکن حکومت کے لئے مشکلات پیدا نہیں کریں گے۔

دوسری بات جس کو بدلنا ہمارے لئے ضروری ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حالت گرتے گرتے اس حد تک پہونچ چکی ہے۔ کہ اب جو بھی اٹھتا ہے۔ انہیں اپنے پیچھے لگا لیتا ہے کوئی غریب مسلمانوں کا مال لوٹنے لگ جاتا ہے۔ کوئی انہیں جوش دلا کر ان کی جانیں ضائع کرا دیتا ہے۔ اور کوئی ان کی عزت برباد کرا دیتا ہے۔ یہ حالت بھی ایسی ہے۔ جو بدلنے کے قابل ہے۔ کیونکہ اس میں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک

ہے۔ جب ان مسلمانوں کو دوسری قومیں دیکھتی ہیں۔ تو وہ ان کی حالت سے اسلام کا اندازہ لگاتی ہیں۔ وہ صحابہ رضؓ۔ وہ تابعین وہ تبع تابعین جنہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کر کے اس کے اعلےٰ نمونے دنیا کو دکھائے۔ اب دنیا سے اٹھ چکے ہیں۔ پھر اب وہ اخلاق کے نمونے جیسے حضرت علی رضؓ وغیرہ نے دکھائے تھے کون پیش کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی نسبت آتا ہے۔ کہ اسلام کا ایک دشمن جو بہت بڑا طاقتور تھا۔ یہودی تھا بہت بڑا سپاہی تھا۔ اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر چکا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آیا۔ اور بڑی کوشش اور زور کے بعد آخر حضرت علی رضؓ نے اسے گرا لیا۔ جب وہ اس کے سینہ پر چڑھ کر اس کی گردن اتارنے لگے۔ تو اس نے آپ کے مونہہ پر تھوک دیا۔ حضرت علی رضؓ فوراً اسے چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ حیران ہوا۔ اور اس نے کہا تم نے اتنا زور لگا کر مجھے گرایا تھا۔ اب یکدم کھڑے کیوں ہو گئے۔ آپ نے فرمایا میں جو تجھ سے لڑ رہا تھا۔ تو صرف

خدا تعالےٰ کی رضا

کی خاطر لڑ رہا تھا۔ مگر جب تو نے میرے مونہہ پر تھوک دیا۔ تو میں نے کہا ایسا نہ ہو۔ اب میرا تجھے قتل کرنا اپنے

نفس کا بدلہ لینے کے لئے

ہو۔ پس میں علیحدہ ہو گیا تا خدا کی خدمت اور اپنے نفس کے غصہ کو آپس میں ملا نہ دوں یہ وہ

اعلےٰ درجہ کے اخلاق

ہیں۔ جو صحابہ رضؓ نے دکھائے۔ اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ اگر معمولی سی بات پر بھی ان میں لڑائی ہو جاتی تو ہر فریق دوسرے سے پہلے معافی لینے کے لئے بھاگتا۔ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دفعہ

کسی بات پر جھگڑا

ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوڑے دوڑے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے اور جا کر کہا۔ مجھ سے آج سخت غلطی ہوئی حضرت ابوبکر رضؓ کی میں بے ادبی کر بیٹھا ہوں حضور

میرا قصور معاف کرا دیں

ادھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جلدی جلدی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پہونچے۔ تا آپ انہیں حضرت عمر سے معافی دلوا دیں۔ جب حضرت ابوبکر رضؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہونچے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے پہلے پہنچ چکے تھے۔ اور واقعہ عرض کر چکے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسے سن کر

سخت تکلیف

ہوئی۔ کہ کیوں حضرت ابوبکر رضؓ سے وہ جھگڑے۔ اور آپ نے ناراضگی سے کہنا شروع کیا۔ کہ کیوں تم لوگ اسے ستاتے ہو۔ جو اس وقت مجھ پر ایمان لایا۔ جب دوسرے لوگ اسلام کو رد کر رہے تھے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح اپنی

ناپسندیدگی کا اظہار

فرما رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی وہاں آ پہنچے اور بجائے اس امر پر خوش ہونے کے فوراً دو زانوں ہو کر بیٹھ گئے۔ اور عاجزانہ طور پر عرض کرنے لگ گئے۔ کہ یا رسول اللہ عمرؓ کا قصور نہیں۔ غلطی میری تھی۔

یہ وہ اخلاق ہیں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیدا کئے۔ اور یہ وُہ اخلاق ہیں۔ جو توارث کے طور پر مسلمانوں میں چلتے رہے یہاں تک کہ ان میں

بداعمالوں کی کثرت

ہو گئی۔ اور ہوتے ہوتے اسلامی اخلاق ان میں سے بالکل مٹ گئے۔ پہلے لوگوں کو تو ہم فخر کے ساتھ دوسری قوموں کے سامنے پیش کر سکتے۔ اور ان سے کہہ سکتے تھے۔ کہ یہ ہیں جو اسلامی اخلاق کا نمونہ ہیں۔ مگر کیا آج کے مسلمانوں کو بھی ہم دوسری قوموں کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ یہ وُہ امت ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تیار کی۔ اگر نہیں۔ تو اس لئے کہ ان کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسُوب ہونا آپؐ کی ہتک ہے۔ پھر میں پوچھتا ہوں۔ کیا ہمارا فرض نہیں۔ کہ اس ہتک کو دور کریں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں ہو رہی ہے۔ اور کیا ہمارا فرض نہیں۔ کہ اس دھبہ کو آپ پر سے ہٹائیں پس جب تک مسلمانوں کی حالت کو اس رنگ میں نہ بدل دو۔ کہ انہیں کھیل نہ بنایا جا سکے۔ نہ انہیں اسلام کی تعلیم سے پھرایا جا سکے۔ نہ انہیں

بغاوت پر آمادہ

کیا جا سکے۔ نہ آپس میں لڑوایا جا سکے۔ اور نہ اخلاق سے عاری اور بے بہرہ کر کے گندی گالیاں دینے پر آمادہ کیا جا سکے۔ اس وقت تک تمہارا فرض ہے۔ کہ

مسلمانوں کی درستی کی کوشش

کرتے چلے جاؤ۔ اور دم نہ لو۔ جب تک کہ ان کی اصلاح نہ ہو جائے۔ کس طرح ممکن ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسُوب ہونے والوں کی ایسی گندی حالت ہو۔ اور ہم گھروں میں چین سے بیٹھے رہیں۔ آخر یہ لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ آپ کی رُوح ان مسلمانوں کی حالتِ زار کو دیکھکر کسقدر بیتاب ہوتی ہوگی۔ اور کسقدر

رنج اور کرب

محسوس کرتی ہوگی۔ اسی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک دفعہ الہام ہوا۔ ؎

اے دل تو نیز خاطرِ اینان نگاہ دار
کاخر کنند دعویٔ حبِّ پیمبرم

یعنی اے دل تو ان لوگوں کے احساسات کا بھی خیال رکھا کر۔ کیونکہ آخر یہ لوگ

میرے نبی کی محبت کا دعوٰی کرنیوالے

ہیں۔ یہ الہام ہے۔ جس کے ماتحت غیر احمدیوں کے اخلاق کی درستی اور ان کے احساسات و جذبات کا خیال رکھنا بھی ہمارے لئے ضروری ہے تیسری بات یہ ہے۔ کہ ہمارے پیدا کرنے والے خدا کی طرف سے ہم پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے۔ کہ ہم قرآن اور اسلام کو پھر مسلمانوں میں قائم کریں۔ ہمیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ کیا یہ فرض پورا ہو گیا۔ میں نے بتایا ہے کہ گالیاں ہمیں اسی طرح مل رہی ہیں۔ جس طرح پہلے ملا کرتی تھیں۔ سابقہ حالات کے عود کرنے کے جو سامان ہیں۔ وہ بھی اسی طرح قائم ہیں۔

مسلمانوں کی طبیعت پر مولوی غالب آئے ہوئے ہیں

اور انہوں نے مسلمانوں کو اپنا ایک ہتھیار بنایا ہوا ہے۔ کبھی حکومت کے خلاف انہیں اکسا دیتے ہیں۔ کبھی ہندوؤں کے خلاف اکسا دیتے ہیں۔ کبھی سکھوں اور عیسائیوں کے خلاف اکسا دیتے دیتے ہیں۔ اور ایک غلط راستہ پر برابر چلے جا رہے ہیں۔ اب

تیسرا فرض

جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ اور جو سب سے مقدم ہے۔ یعنی قرآن شریف اور اسلام کو نہ صرف دنیا میں قائم کرنا بلکہ مسلمانوں کے دلوں میں اس کی عظمت بٹھانا۔ یہ فرض بھی ابھی ادا نہیں ہوا۔ اس ایک سال کے عرصہ میں بے شک ہماری جماعت نے قربانیاں کیں۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ کیا ان قربانیوں میں اتنی

معتد بہ زیادتی

ہو چکی ہے۔ کہ ان کی وجہ سے دُنیا کی توجہ کو ہم نے اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہزاروں آدمی ہر سال ہمارے سلسلہ میں داخل ہوتا ہے مگر آٹھ کروڑ کے مقابلہ میں ہزاروں آدمی حیثیت ہی کیا رکھتے ہیں۔ اور چالیس کروڑ دُنیا کے مسلمانوں کے مقابلہ میں تو چند ہزار کی حیثیت ہی کوئی نہیں۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ ہماری جماعت میں ہر سال دس ہزار آدمی داخل ہوتے ہیں۔ تو ایک سو سال میں ہماری جماعت کی تعداد دس لاکھ بنتی ہے اور ایک ہزار سال میں ایک کروڑ بنتی ہے مگر کیا اس رنگ میں کام کرنے سے آج تک کسی جماعت کو بھی کامیابی ہوئی ہے۔ کیا کوئی قوم بھی ایسی ہے جو ہزار سال تک زندہ رہی ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو۔ آپ اپنے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ میرے بعد

تین سو سال تک رُوحانیت کا دور

رہے گا۔ پھر شیطان دُنیا پر غالب آ جائیگا اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تین سو سال تک روحانیت کا دور رہا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کی روحانیت کا دور بھی زیادہ سے زیادہ تین سو سال ہو سکتا ہے۔ مگر ہماری ترقی کی موجودہ حالت یہ ہے۔ کہ

ایک ہزار سال میں ایک کروڑ آدمی

سلسلہ میں داخل ہونے کی امید ہو سکتی ہے اور اگر روحانی معلمین کی موجودگی میں اس قدر کم لوگ سلسلہ میں داخل ہوں۔ تو بعد میں کس طرح زیادہ لوگوں کے داخل ہونیکی امید ہو سکتی ہے۔ اور اگر فرض بھی کرو۔ کہ تین سو سال کے روحانی زمانہ کے بعد اسلام پھیلا تو پھر کیا پھیلا۔ خالی تعداد کا بڑھا لینا کوئی چیز نہیں

تبدیلی قلوب کے لئے ضرورت ہوتی ہے روحانی معلمین کی

اور اس کے لئے ضرورت ہے۔ کہ اسی تین سو سال کے عرصہ میں احمدیت پھیلے۔ جب روحانی معلم دنیا میں موجود ہوں۔ پس قریب سے قریب تر زمانہ میں احمدیت کی اشاعت کرنا ہمارا اولین فرض ہے انسان کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب وُہ دیکھتا ہے ایک کام کے لئے جتنا وقت وہ دیتا ہے۔ اس میں وُہ کام نہیں ہو رہا۔ تو اس کام کے لئے

زیادہ وقت

دینے دیتا ہے۔ ڈاکٹر بھی جب دیکھتے ہیں۔ کہ دوا کی ایک خوراک کا مریض پر اثر نہیں ہوا۔ تو وہ دوا کی مقدار کو بڑھا دیتے اسی طرح جب گزشتہ سال تم نے قربانیاں کیں۔ اور تم نے دیکھا۔ کہ ابھی ان کا کوئی شاندار نتیجہ نہیں نکلا اور تم

لوگوں کے قلوب میں بہت بڑا تغیر

ہوا ہے۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ تم پہلے سے بھی زیادہ قربانیاں کرو۔ اور اگر تم پچھلے سال سے زیادہ قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو تم اپنے عمل سے یہ ثابت کرتے ہو۔ کہ تم کسی بڑے انعام کے مستحق نہیں۔ ابھی تک صرف چند غیر ممالک میں مبلغ بھیجے جا سکے ہیں۔ سٹریٹس سیٹلمنٹ میں مبلغ بھجوائے گئے ہیں۔ جاپان میں ایک مبلغ بھجوایا گیا ہے۔ چین میں بھجوایا گیا ہے۔ بلکہ چین میں تھوڑے دن ہوئے۔

ایک اور مبلغ

بھی روانہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح پانچ سات اور مبلغ غیر ممالک میں جانے والے ہیں۔ پھر بھی ان مبلغین سے سلسلہ کا پیغام کہاں دُنیا کے کناروں تک پہونچ سکتا ہے سینکڑوں ممالک ابھی باقی ہیں۔ جن میں ہم نے تبلیغ کرنی ہے۔ پس ہمارا کم سے کم فرض یہ ہے۔ کہ ہم ہر ملک میں احمدیہ جماعت ایسے وقت میں قائم کر دیں۔ جب

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے صحابہ

زندہ ہیں۔ تا وہ یہ کہہ سکیں۔ کہ گو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو نہیں دیکھا مگر ان کے دیکھنے والوں کو تو دیکھ لیا۔ ایک سوجاکھے کو یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ آنکھیں کتنی قیمتی چیز ہیں۔ تم ایک اندھے سے پوچھو۔ کہ آنکھوں کی کیا قدر ہوتی ہے۔ اسی طرح تم اس امر کو نہیں سمجھ سکتے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کتنی قیمتی چیز ہے۔ نہ تم ان لوگوں کے

درد کی کیفیت

کا اندازہ لگا سکتے ہو۔ جو بعد میں آئیں گے۔ جنہوں نے یہ زمانہ نہیں دیکھا ہوگا۔ اور وہ کہیں گے۔ کاش ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو دیکھا ہوتا۔ کاش ہم نے آپ کے دیکھنے والوں کو ہی دیکھا ہوتا۔ اس وقت لاکھوں نہیں کروڑوں رُوحیں ایسی ہوں گی جو پیاسی تڑپ رہی ہیں۔ وہ آسمان کی طرف

حسرت اور لجاجت

سے اپنی آنکھیں اٹھائے ہوئے کہہ رہی ہیں۔ کہ اے خدا ہم نے سُنا ہے تیری طرف سے

ایک آواز بلند ہوئی

مگر ہمیں وہ آواز پہنچانے والا کوئی نہیں ملا
اے خدا ہم نے سنا ہے کہ تیری طرف سے

محبت کا ایک ہاتھ

بڑھایا گیا مگر اس نے ہمارے جسموں کو ابھی تک نہیں چھوا۔ پس رحم کر ان لاکھوں اور کروڑوں تڑپتی ہوئی روحوں پر جو دنیا کے کناروں میں آباد ہیں۔ اور رحم کر ان روحوں پر جو صداقت کے لئے بے قرار ہو ہو کر آسمان کی طرف اپنا ہاتھ بلند کر رہی ہیں

تم اٹھو اور انہیں آستانہ الوہیت پر جھکاؤ

پس تیار ہو جاؤ اس بات کے لئے کہ تمہاری قربانیاں گذشتہ سال سے کم نہ ہوں بلکہ زیادہ ہوں۔ میں نے تحریک جدید کے ماتحت جو سکیم بیان کی ہوئی ہے اس پر عمل کرو مجھے یقین ہے کہ اگر اس سکیم پر صحیح طور پر عمل کیا جائے تو

دنیا کی کایا پلٹ سکتی ہے

پس اس سکیم کو یاد کرو اس کے مضامین کو اپنے ذہنوں میں جماؤ اور لوگوں کو اس سے واقف و آگاہ کرو۔ بہت سے ان پڑھ ہوتے ہیں۔ جنہیں اس سکیم کے مضامین سے آگاہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ پھر بہت سے غافل ہوتے ہیں انہیں جگانا اور ہوشیار کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ پس تم وہ سکیم ذہن نشین کرو اپنے بچوں کو ذہن نشین کراؤ اپنے دوستوں کو ذہن نشین کرو۔ ان پڑھوں کو اور ذہن نشین کر دو سستوں کے۔ اس کے لئے میں

یکم دسمبر کی تاریخ

مقرر کرتا ہوں۔ اس دن اتوار ہے اور سرکاری ملازمین کو بھی چھٹی ہو گی۔ پس یکم دسمبر کو ہر جگہ کی جماعتیں

تحریک جدید کے متعلق جلسے

منعقد کریں اور اس میں میرے ان پرانے خطبات کے مطالب جو میں تحریک جدید کے متعلق دے چکا ہوں ان نئے خطبات کے مطالب کے ساتھ ملا کر جو اس وقت دے رہا ہوں تمام افراد کو آگاہ کیا جائے پس تمام جماعتوں کو چاہئے۔ کہ وہ یکم دسمبر کو اپنی اپنی جماعتوں میں جلسے کریں اور سادہ زندگی۔ خوراک لباس اور دوسرے امور کے متعلق جماعت سے عہد لیں گو جماعت ایک دفعہ پہلے بھی یہ عہد کر چکی ہے کہ وہ اس سکیم کو کامیاب بنائے گی۔ مگر ضروری ہے کہ اس دن پھر اس

عہد کی تجدید

کرائی جائے اور ان سے اقرار لیا جائے کہ وہ اپنے وعدوں پر قائم رہیں گے اور سلسلہ کی خدمت ہمیشہ کرتے رہیں گے۔

اسی طرح میں جو چندہ کی تحریک کروں اس کے متعلق بھی یکم دسمبر تک جن دوستوں کے نام نہ پہنچیں ان سے وعدے لے لئے جائیں۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ جو لوگ اس خیال میں رہیں گے کہ احمدیت ایک معمولی چیز ہے اور وہ سلسلہ کے لئے مالی اور جانی قربانیاں نہیں کریں گے خدا انہیں ہلائے گا اور اس زور سے ہلائے گا کہ ان کی زیست کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔ پس

ہوشیار ہو جاؤ اور بیدار ہو جاؤ

اور سمجھ جاؤ کہ احمدیت میں داخل ہونا ایک فوج میں داخل ہونے کے مترادف ہے جس میں داخل ہوتے ہی یہ عہد لیا جاتا ہے کہ اسے خدا تعالےٰ کے راستہ میں اپنا سر کٹانا پڑے گا۔ جو شخص اس حقیقت کو نہیں سمجھتا وہ اندھا ہے۔

وہ اپنی قبر آپ کھودتا ہے

اور اس قابل ہے کہ دنیا سے مٹا دیا جائے یاد رکھو عام لوگ جب قتل بھی کر دیتے ہیں تو فیصلہ کرتے وقت جج اس امر کو دیکھا کرتے ہیں کہ اس نے قتل کن حالات میں کیا۔ آیا اسے اشتعال دلایا گیا تھا یا نہیں اور کیا یہ مجنون تو نہیں۔ پھر اگر انہیں کوئی وجہ نظر آئے تو قاتل کو معاف کر دیتے یا اس کی سزا میں کمی کر دیتے ہیں۔ لیکن فوج میں معمولی سے معمولی جرم کی سزا بھی قتل ہوتی ہے۔ سپاہی جب

میدان جنگ سے شکست کھا کر

واپس بھاگتے ہیں تو کئی حکومتیں توپ خانوں کا مونہہ ان کی طرف کر دیتی ہیں اور انہیں گولیوں سے ہلاک کر دیتی ہیں سینکڑوں سپاہیوں نے مجھ سے بیان کیا کہ گذشتہ جنگ میں ان کے ملکی توپ خانوں نے ان پر گولہ باری کی۔ حکومتیں عام طور پر ان باتوں کو تسلیم نہیں کیا کرتیں لیکن عملی رنگ میں ایسا ہی کیا جاتا ہے اور ان غداروں کو جو میدان جنگ سے پیٹھ موڑتے ہیں گولی سے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

تم بھی اس وقت ایک روحانی جنگ میں شامل ہو

تم میں سے بھی جو شخص اس میدان سے اپنی پیٹھ موڑے گا۔ وہ اس سلوک کا مستحق نہیں ہوگا۔ جو عام لوگوں سے کیا جاتا ہے۔ بلکہ فوجی نظام کی مانند ایک ہی چیز اس کا علاج ہو گی۔ کہ خدا کی گولی لگے اور اسے فنا کر دے۔ پس عہد مصمم کر لو کہ تم خدا تعالےٰ کے سپاہیوں میں اپنا نام لکھا کر خدا کے لئے اپنی جان اپنے مال اپنے وطن اپنی عزت اپنے رشتہ دار اور اپنی عزیز سے عزیز چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار رہو گے دشمن کی گولیوں سے مر جانا ہزار درجے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک شخص خدا کی گولی سے مرے۔ دشمن کے ہاتھوں سے جب کسی انسان کو موت آتی ہے تو وہ اسے

ترقی کے بلند ترین مقامات

پر پہنچاتی ہے۔ لیکن جب میدان سے پیچھے قدم ہٹانے کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے ہاتھ سے قتل کرتے ہیں۔ تو یہ موت اسے

ابدی لعنت کا مستحق

بنا دیتی ہے۔ پس دشمن کے ہاتھ سے موت ایک برکت ہے۔ جس کی جستجو تمہارے دلوں میں ہر وقت ہونی چاہئیے۔ اور

خدا کے غضبناک ہاتھ سے موت ایک لعنت ہے

جس سے تمہیں ہر وقت بچنا چاہئیے۔

سندھ کی احمدی جماعتوں کو اطلاع

مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری سندھ کے لئے دو ماہ کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ تمام سندھ کی جماعتیں مطلع رہیں:
ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

یوم سیرت النبیؐ ۲۴ نومبر ۱۹۳۵ء کیلئے

بہترین اور ارزاں ترین مصالحہ

شاہ حبشہ کو دعوت حق اور قبولیت اسلام

ایک برہمو کے قلم سے جس میں نہایت خوبصورتی سے محاسن اسلام اور فضائل نبوی صلعم کو دربار حبش میں صحابہ کرام کی زبانی پیش کرنے کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایمان افروز تشریحی حاشیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیان فرمودہ درج ہے۔ فی سیکڑہ ۔ ۱۰ر

محمد عربی۔ شاہ روم کو دعوت حق اور تصدیق اسلام

مؤلفہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ جس میں نہایت مؤثر پیرایہ میں اخلاق نبوی صلعم اور تعلیم اسلام کو دربار روم میں صحابہ کرام کی زبانی پیش کرنے کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ فی سیکڑہ عہ

دنیا کا اولوالعزم نبی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نہایت شاندار اور مؤثر مضمون۔ فی سیکڑہ ۔ ۱۰ر

عکسی حمائل شریف

مصری مجلد مراکو

۲½ انچ چوڑی اور ۳½ انچ لمبی وزن صرف ۲ تولہ نہایت خوشخط۔ صحیح بالکل چھوٹی اور الگ جو پہلے بارہ روپیہ میں بھی نہ ملتی تھی۔ اب چند جلدیں چھپائی گئی ہیں

قیمت صرف عہ

دنیا کا محسن اعظم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ کا عجیب و نادر مفصل مضمون۔ فی سیکڑہ تین روپیہ

زندہ نبیؐ۔ مؤلفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ فی سیکڑہ ۔ ۸ر

دنیا کا کامل انسان

مؤلفہ جناب میر محمد اسحٰق صاحب فاضل۔ جس میں نہایت لطیف اور مؤثر پیرایہ میں واقعات کی رو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو ہر انسان کی زندگی کے ہر پہلو کے لئے جو تعداد میں ۲۳ اہم عدد ہیں۔ اسوۂ کامل ثابت کیا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت بہترین فی سیکڑہ ۔ دس روپیہ

زندہ نبیؐ اور زندہ مذہب

مؤلفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ اس میں آنحضرت صلعم اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے اخلاق کا مقابلہ کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو ثابت کیا گیا ہے۔ سیرت نبوی کے لئے بہترین تحفہ۔ قیمت فی کاپی عہ فی سیکڑہ ۲ر

تبلیغی درثمین اردو۔ فی سیکڑہ ۔ چھ روپے۔

درثمین عربی اردو مترجم قیمت فی جلد ۸ر

سیرت النبیؐ

مؤلفہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ۔ معزز طبقہ کو یوم سیرت النبیؐ کے موقعہ پر تحفہ پیش کرنے کے لئے بہترین تصنیف ہے۔ اس کی اصلی قیمت بجائے عہر کے ۲ر کر دی گئی ہے۔

رسول مقبول صلعم۔ مختصر طور پر سوانح اور فضائل کا مجموعہ۔ فی سیکڑہ دس روپیہ

اسلامی اصول کی فلاسفی اردو فی سیکڑہ ۲ر

" " " گورمکھی ۲ر

" " " ہندی ۲ر

" " " انگریزی فی صد ۵ر

برگزیدہ رسولؐ قیمت ۲ فی سیکڑہ آٹھ روپیہ

المشتہر — کتاب گھر قادیان

محافظ جنین

حب اطہرا رجسٹرڈ

اسقاط حمل کا مجرب علاج ہے

جن کے گھر حمل گر جاتے ہیں۔ مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ پیدا ہو کر فوت ہو جاتے ہیں اکثر ان بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ سبز پیلے دست۔ تشنج۔ ڈبہ پسلی یا نمونیا۔ ام الصبیان پرچھاواں یا سوکھا۔ بدن پر پھوڑے پھنسی۔ چھالے۔ خون کے دھبے پڑنا۔ دیکھنے میں بچہ موٹا تازہ اور خوبصورت معلوم ہونا۔ بیماری کے معمولی صدمے سے جان دے دینا۔ بعض کے ہاں اکثر لڑکیاں پیدا ہونا اور لڑکیوں کا زندہ رہنا۔ لڑکے فوت ہو جانا۔ اس مرض کو طبیب اٹھرا و اسقاط حمل کہتے ہیں۔ اس موذی بیماری نے کروڑوں خاندان بے چراغ و تباہ کر دیئے ہیں۔ جو ہمیشہ ننھے بچوں کے منہ دیکھنے کو ترستے رہے۔ اور اپنی قیمتی جائدادیں غیروں کے سپرد کر کے ہمیشہ کے لئے بے اولادی کا داغ لے گئے۔ حکیم نظام جان اینڈ سنز شاگرد قبلہ مولوی نورالدین صاحب شاہی طبیب سرکار جموں و کشمیر نے آپ کے ارشاد سے ۱۸۹۸ء میں دواخانہ ہذا قائم کیا۔ اور اٹھرا کا مجرب علاج حب اطہرا رجسٹرڈ کا اشتہار دیا۔ تا کہ خلق خدا فائدہ حاصل کرے۔ اس کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت۔ تندرست۔ مضبوط اور اٹھرا کے اثر سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔ اٹھرا کے مریضوں کو حب اطہرا کے استعمال میں دیر کرنا گناہ ہے۔ قیمت فی تولہ عہ مکمل خوراک گیارہ تولہ ہے۔ یکدم منگوانے پر ۱۱ روپیہ۔ علاوہ محصولڈاک

المشتہر

حکیم نظام جان اینڈ سنز دواخانہ معین الصحت قادیان

معجون عنبری

یہ دوا دنیا بھر میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ ولایت تک اس کے مداح موجود ہیں۔ دماغی کمزوری کے لئے اکسیر صفت ہے۔ جوان بوڑھے سب کھا سکتے ہیں۔ اس دوا کے مقابلے میں سینکڑوں قیمتی سے قیمتی ادویات اور کشتہ بیکار ہیں۔ اس سے بھوک اس قدر لگتی ہے۔ کہ تین تین سیر دودھ اور پاؤ پاؤ بھر گھی ہضم کر سکتے ہیں۔ اس قدر مقوی دماغ ہے۔ کہ بچپن کی باتیں بھی خود بخود یاد آنے لگتی ہیں۔ اس کو مثال آنجہانی کے تصور فرمایئے۔ اس کے استعمال کرنے سے پہلے اپنا وزن کریں۔ بعد استعمال پھر وزن کیجئے۔ ایک شیشی چھ ماشے سرخ خون آپ کے جسم میں اضافہ کرے گی۔ اس کے استعمال سے ۱۸ گھنٹے تک کام کرنے سے مطلق تھکن نہ ہوگی۔ یہ دوا رخساروں کو مثل گلاب کے پھول کے سرخ اور مثل کندن کے درخشاں بنا دیگی۔ یہ ہی دوا نہیں ہے۔ ہزاروں مایوس العلاج اس کے استعمال سے بامراد بن کر مثل ۱۸ سالہ جوان کے چلنے پر نہایت درجہ مقوی بھی ہے۔ اس کی صفت تحریر میں نہیں آسکتی۔ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔ اس سے بہتر مقوی دوا آج تک دنیا میں ایجاد نہیں ہوئی۔ قیمت فی شیشی ۲ روپیہ۔ نوٹ۔ فائدہ نہ ہو۔ تو قیمت واپس۔ فہرست دواخانہ مفت منگایئے۔ ہر مرض کی مجرب دوا منگایئے۔ جھوٹا اشتہار دینا حرام ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ مولوی حکیم ثابت علی محمود نگر ۵ لکھنؤ

ایک نہایت عمدہ موقع کی زمین برائے فروخت

ایک ٹکڑہ اراضی رقبہ ۱۴ کنال حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی کوٹھی دارالحمد سے ملحق بجانب غرب اور ملک زیل چوہدری سر ظفر اللہ خانصاحب کی کوٹھی سے ملحق بجانب شمال قابل فروخت ہے۔

چوہدری غلام حسن سفید پوش حسن منزل محلہ دارالفضل قادیان

رحمت عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی